الواعظ

مدرسۃ الواعظین ایسے مہتم بالشان اور واحد ادارہ تبلیغی سے اسکے اغراض و مقاصد کی ترجمانی و اشاعت کیلئے
جس قدر ایک مستحکم پریس اور ایک علمی و مذہبی جریدہ کے اجرا کی ضرورت ہے وہ فریضہ تبلیغ کے ہمدردوں سے مخفی نہیں ہے اسی
خیال کو نصب العین قرار دیکر الواعظ جاری کیا گیا تھا جو ایک مدت سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے جو ناظرین کرام
سے مخفی نہیں ہے۔

الواعظ مدرسۃ الواعظین کے حالات اور اسکے مبلغین کی تبلیغی کارروائیاں اپنی ہر اشاعت میں شائع کرتا رہتا ہے۔

الواعظ آجکل کے اصطلاحی مناظرہ سے بچا ہوا انتہائی تہذیب و متانت سے علمی مضامین محققانہ انداز سے پیش کرتے
رہنا اپنا فرض جانتا ہے۔

الواعظ مذہب اسلام کے اکمل الادیان، قرآن مجید کے افضل الکتاب، پیغمبر اسلام کے افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین
ہونیکا اثبات اپنا اہم ترین فریضہ قرار دیئے ہوئے ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کا واحد اور سچا خدمتگذار اور تمام اہل اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر دیکھنے کا متمنی ہے

الواعظ اسلامی شریعت کی حکمت اور اس جامعیت کو تمام دنیا پر واضح کر دینے کا آرزومند رہتا ہے۔

الواعظ اسلامی شریعت کی فضیلت اسلامی تمدن کی فوقیت اسلامی احکام و قوانین شریعت سے تمام عالم کو آگاہ
کرنے کیلئے اپنے صفحات کو وقف کیے ہوئے ہے۔

الواعظ ائمہ طاہرین کے ہدایات یا سلف صالحین کے تاریخی حالات دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اصول اسلام کا فلسفہ قدیمہ
و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالۂ شبہات اور انکشافات جدیدہ اور حقائق اسلامیہ
اور اخبار علمیہ کی اشاعت میں کوئی ممکن دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

الواعظ آریہ عیسائی قادیانی اہلحدیث اہل قرآن کے مقابلہ میں اپنی خاص متانت کے ساتھ مصروف
احقاق حق کے لیے کمربستہ رہتا ہے ہر ماہ انگریزی کی آخری تاریخوں میں شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ عام
خریداران ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ اور بیرون ہند کے خریداروں سے پانچ روپیہ سالانہ
مقرر ہے [illegible] ایمان ملک [illegible] مرحمت فرمائیں - حجم ۲ [illegible] علاوہ ٹائیٹل   منیجر الواعظ

۷۸۶

الواعظ

جلد ۲۲ بابتہ ماہ ستمبر سنہ ۴۲ء مطابق ماہ رمضان سنہ ۶۱ھ نمبر ۵۳

مفلسی!

از اڈیٹر

یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اگر اسکے اسباب ونتائج کو تفصیل سے لکھا جائے تو بہت طولانی کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن اس رسالہ کے چند صفحات جو دیگر مضامین سے بچ رہیں اون کی گنجائش کا خیال رکھتے ہوئے جو لکھا جاتا ہے غالباً العاقل تکفیہ الاشارہ

اس کی شکایت بہت سنی جاتی ہے کہ روزی کی کمی سے بسر مشکل سے ہوتی ہے۔ ایسے حضرات کبھی یہ نہیں سوچتے کہ آمدنی اور صرف کا موازنہ توکریں اور یہ تو دیکھیں کہ روزی کمانے میں ہم نے صحیح طریقوں سے کتنی جد وجہد کی اور خرچ کرنے میں ہم ضروریات زندگی اور کفاف کی حد سے کتنا تجاوز کر گئے

روزی کمانے میں صحیح معنی میں جد وجہد نہ کرنا اور خرچ کے مواقع پر ضروری اور غیر ضروری کا لحاظ نہ کرنا۔ ایسی لغو شکایت کی بنیاد ہے۔

تو مے بجد وجہد گرفتند وصل دوست خو مے دگر حوالہ بہ تقدیر می کنند

یہاں ہم تقدیر کی دو قسمیں کرتے ہیں ایک تقدیر بہ معنی اندازہ۔ دوسری تقدیر وہ ہے جو عام طور پر ہم لوگوں کے زبان زد ہے یعنی مقدرات الٰہی جو ہمارے اختیار سے خارج ہے۔ پہلی قسم کے متعلق حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہم روحی لہم الفدا ایک دعا میں بارگاہ جناب احدیت میں عرض کرتے ہیں علمنی حسن التقدیر پروردگارا مجھے اندازہ کی تعلیم فرمادے۔ معلوم ہوا کہ ایسا اندازہ اختیار انسانی میں ہے جس میں افراط وتفریط بندہ کے اختیار میں ہے

اور اقتضا دبھی اختیارِ انسانی سے خارج نہیں۔ تو ایسی تقدیر کے برے یا اچھے نتیجہ کی شکایت کیسی
وہ تو اپنا ہے کیا دھرا ہے۔

رہی وہ تقدیر ... جو مقدرات آلہی سے تعبیر کی جاتی ہے اوس کی شکایت
کے کیا معنی۔ رضا بداد ... وز جبیں گرہ بکشائی
کہ بر من و تو در اختیار ...
نکشا داست۔ ... تم
کیا جاؤ کہ وسعت ... رزق
تمھارے لیے ... وبال و
نکال و تباہی ... کا باعث
ہوتی۔ فرض ... کر لو کہ ہم کو اگر
ہم غم گھلائے ... دیتا ہے کہ مفلسی
سے ہمارے ... پاس عرب گھوڑا
نہ ہوا ... لذیذ کھانا ہم نہیں
کھا ... سکے ازواج حسین
و ... جمیلہ نہ ملیں، اولاد
... بہت سی نہ ہوئی۔ تم کو
کیا معلوم کہ اگر عرب گھوڑے پر سوار ... ہوتے وہ تم کو دے مارتا
اور تمھارا سر پھٹ جاتا اور تم مرجاتے یا لذیذ کھانا تم کو ہیضہ کر دیتا یا حسینہ بی بی تم کو زہر دے کر
جیل دیتی کوئی اولاد تمھاری تم ہی کو ختم کر دیتی یا تمھاری بے عزتی اور ننگ و عار کا باعث ہوتی،

مدح امام حسن علیہ السلام

(از نتیجۂ فکر بلند عالی جناب مولانا مولوی سید حسن صاحب المتخلص بہ کمال لکھنوی)

نصیری آکے ذرا دیکھ صورتِ شبّر　　تو ہو سکونِ دلِ شرک آشنا کو ترے
علی خدا ہیں کہ تبدیہ میں نہیں کھٹا!　　مگر خدا نے دیا ہے پسر خدا کو ترے

مگر اصل یہ ہے کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ رضا بالقضا بندے کا اولین فرض ہے۔
قرآن شریف میں صاف صاف حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ "بعض باتوں کو تم سمجھتے ہو کہ تمھارے لیے اچھی ہیں نہیں بلکہ تمھاری خرابی انھیں میں ہے" حقیقت یہ ہے کہ آئندہ کے متعلق اگرچہ ایک سکنڈ کی بات ہو ہم بالکل اندھے ہیں۔ خیر اس سب سے گذریے آئیے اصل موضوع کے اسباب و نتائج دیکھیے
پہلے لکھ چکا ہوں کہ جس طرح تمام عالم اسباب و نتائج کا تماشہ ہے اسی طرح مفلسی کے بھی اسباب و نتائج ہیں۔ میں بہت اختصار سے عرض کر رہا ہوں۔ کہ اسبابِ مفلسی صحیح معنی میں جدو جہد نہ کرنا اور مصارفِ ضروری اور غیر ضروری میں تمیز نہ کرنا۔
صحیح جدوجہد کا یہ حال ہے کہ قصور ہمت۔ کاہلی۔ کام کے وقت کو بیکار باتوں میں ضایع کرنا۔ ناوقت کام کرنا۔ کام کو ادھورا چھوڑنا۔ کافی سامان اوس کام کے لیے مہیا نہ کرنا۔ اوس کام کے ثمرہ حاصل ہونے کے لیے بے صبری بے قراری۔ استقلال سے نہ کرنا۔ کسی کام کو شروع کر کے ثمرہ جلد نہ حاصل ہونے پر یہ کہہ کے چھوڑ دینا کہ اس میں سے کچھ نہ ملا۔ آخر اس پر تو نظر کرنا چاہیے کہ دوسرے کیونکر اس میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہے عدم قناعت کا۔ قناعت کے معنی کی توضیح یہ نہیں ہے کہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے جو کچھ مل گیا اگر کفاف سے کم بھی ہے تو اوسی پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ بلکہ جو کچھ محنت و مشقت سے حاصل ہو اوس سے زایدگی ہوس نہ کرنا قناعت ہے۔
وعلے اللہ فلیتوکل المتوکلون کا امورِ غیر اختیاری سے تعلق ہے نہ کہ اختیاری سے

ع۔ بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

مشہور مصرع ہے یہ مختصر سا بیان جدوجہد کا روزی کے کمانے کے لیے ہے۔ اب رہا۔ خرچ اس کا بھی گھر گھر رونا ہے کہ ہائے خرچ مارے ڈالتا ہے مگر خرچ کا رونا رونے والے سے یہ تو پوچھیے کہ بندہ پرور آپ نے کتنا ضروریات زندگی میں صرف کیا اور کس قدر فضولیات میں اڑایا۔ فضولیات میں صرف کی ایسی

عادت ہو گئی ہے کہ ضروریات سے مقدم سمجھے جاتے ہیں ۔ ایک وہ شخص جو کفایت کے قابل بھی پیدا نہیں کرتا کسی فضول رسم شادی و غمی میں اپنے سال بھر کے آذوقہ کو نہایت بیباکی سے اڑا دیتا ہے اوس کے بعد پھر شکایت کرتا ہے کہ ہائے اتنا نہیں ملتا کہ بسر کروں ۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔ اس کو بے عقلی کے سوا کیا کہیے کہ کم مایہ ہونے پر اقران و امثال کے موافق صرف کرتا ہے لیکن کھانے میں اقران و امثال کی پیروی نہیں کرتا ۔ یہ تسلیم ہے کہ اگر اقران و امثال کے مثل صرف نہ کرے تو غریب کا پوزیشن قائم نہ رہے مگر یہ خیال لغو ہے سب ہوتے ساتھی ہیں بے ہوت میں اقران و امثال ہی اوس کو خوار سمجھنے لگتے ہیں ۔

خوک باش و خرس باش و یا سگ مردار باش ہر چہ خواہی باش لیکن اندکے زردار باش

کمائی اور صرف میں موازنہ اگر نہ کیا جائے گا کمائی کم ہو گی صرف زیادہ ہو گا تو نتیجہ یہ دین اخلاق ، صحت تندرستی عزت ، نیکنامی ۔ غرضکہ ہر طرح کی خیر سے ہاتھ دھونا پڑے گا ۔ اس لیے کہ ضروریات زندگی پورا کرنے پر انسانی فطرۃً مجبور ہے ۔ جائز وسائل سے صرف نظر کر کے ناجائز ذریعے سے حاصل کریگا ۔

پھر حصول کے ذریعے خواہ چوری ہو ۔ جعل سازی ہو ۔ مکاری ہو ۔ جھوٹ ہو ۔ دیانتداری ہو ۔ چالاکی ہو ، عیاری ہو ۔ غرضکہ ہر ناکردنی کا مرتکب ہونا تعجب کی بات نہیں جب ضروریات زندگی پورے نہ ہوں تو صحت و تندرستی کو بھی خیرباد کہنا پڑے گا عزت حرمت غرض کہ ہر قسم کی خیر و نیکی تشریف لے جائیگی ۔

ایسے ایسے رذیل افعال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ عبرت ہوتی ہے ۔ حد یہ ہے کہ دیوث تک ہو جانا گوارا کرتا ہے اعوذ باللہ من الفقر المہلک ۔

اللہ ایسے فقر سے بچائے جس سے کسی کے دین دنیا دونوں غارت ہوں افسوس ہے جن کے اسلاف مرجع خلائق تھے آج اون کی اولاد نادار ۔ خوار ۔ بد اخلاق ۔ بدشکل ۔ بداعمال ہے ۔

یہ جو کچھ ہے سب کا سبب صحیح جائز طریقہ حصول معاش کے نہ حاصل کرنے اور اسراف و تبذیر فضولیات میں آمدنی سے زیادہ صرف کرنے کا نتیجہ ہے۔ ہم فرائض خدا کے ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے یہ یہ تدبیر کریں کہ دیانت و اخلاق و صحت نفس و جسم و عزت سے اپنی زندگی بسر کریں۔

عزت سے زندگی بسر کرنے کے یہ معنی نہ لیے جائیں کہ کوٹھی و موٹر و خانساماں و عمدہ فاخرہ لباس بھاری کھانے خدم و حشم ہو بلکہ صحیح الایمان صحیح الجسم صحیح الاخلاق و صحیح المعیشۃ ہو کر اپنی زندگی کے دن پورے کریں۔
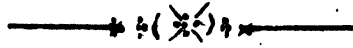
اجر تبلیغ

اگر الواعظ آپ کے قوم کی تبلیغی خدمات کو آپ کے حسب دلخواہ انجام دے رہا ہو تو اس کے دائرۂ اشاعت کو اپنے حلقۂ احباب میں وسعت دیکر ثواب دارین حاصل فرمائیے۔ (ادارہ)

الواعظ کی توسیع اشاعت

میں جو حضرات مدد فرمائینگے اون کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ آئندہ اشاعت میں درج کیے جائیں گے۔ (ادارہ)

شذرات

عالیجناب مولانا مولوی مرزا یوسف حسین صاحب اپنے تبلیغی مقام پنجاب میں سرگرم کار تبلیغ ہیں۔ اطراف و جوانب پنجاب میں آپکا کافی اثر ہے۔ ملتان۔ کمالیہ۔ پلان۔ اوچ شریف وغیرہ میں آپ نے تقریریں کیں جس کا اثر سامعین پر بہت ہوا۔ کمالیہ میں خاصان خدا کی عظمت پر بہت دیر تقریر فرمائی اثنائے کلام میں وہابیوں کے چند تحریری اعتراضات کے جوابات بھی دیے جس کو اہل بزم نے بیحد پسند کیا

عالیجناب مولانا مولوی سید ممتاز حسین صاحب۔ آپ مدرسۃ الواعظین کی طرف سے حسب ذیل مقامات پر بکار تبلیغ تشریف لے گئے۔ اور ہر جگہ اپنا کار منصبی بخوبی انجام دیا۔ سنبلہیڑہ ضلع مظفر نگر۔ حسین پور۔ ضلع گوڑگانوں۔ قصبہ کھیرتل ریاست الور وغیرہ۔ اور مسئلہ امامت امیر المومنین۔ اعجاز قرآن تشخیص اہلبیت نبوت۔ سیرۂ نبوت تقوی آلٰہی وغیرہ وغیرہ آپکے خاص موضوعات تھے۔ آپکے تقاریر بیحد کامیاب رہے۔

(نوٹ) باقی اور تمام واعظین مدرسۃ الواعظین اپنے اپنے مقام معین پر مصروف کار ہائے مذہبی ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اون کے متعلق مفصل طور سے تحریر کیا جائیگا۔ فی الحال رسالہ میں گنجایش نہ ہونے کی وجہ سے ان چند سطور پر اکتفا کی گئی۔ جسے حضرات ناظرین کرام مشتے نمونہ از خروارے تصور فرمائیں۔

ناچیز۔ سید حسن الکمال

منیجر الواعظ

عبادت گذاروں کا موسم بہار

اور روزہ کی ضرورت پر عقلی و نقلی دلیلیں

از عالیجناب کمال عظم آبادی سابق اڈیٹر مجاہد لکھنؤ

ہر آنے والا مہینہ اپنے دامن میں کچھ نہ کچھ برکات لیکر آتا ہے اور اُسکے عالمگیر اثرات و فیوض مخلوقات خدا کے لئے عام ہوتے ہیں۔

ماہ رجب مسرت افزا مہینہ کون کہسکتا ہے کہ عیش و نشاط کا مرکز نہیں اور شعبان المعظم کو کون نہیں جانتا کہ وہ خوشی و شادی کا گہوارہ ہے۔

بالکل اسی طرح ماہ مبارک رمضان بھی وہ مقدس و متبرک مہینہ ہے جس میں صحن عالم کے عبادت گذار جی کھول کر عبادت کرتے ہیں اور سال بھر میں بھی جس قدر اوراد و وظائف نہ بجالاسکتے ہوں اس مہینہ میں بجالاتے ہیں۔

خدا کا ہر عبادت گذار بندہ ایک مدت پہلے سے اس خدائی زمانہ کا انتظار کرتا ہے اور جب یہ مبارک دن آجاتے ہیں تو اُس کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے اُسکی روحانی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی مسجدوں میں وعظ و نماز جماعت کی بدولت ایک اچھی خاصی چہل پہل ہوجاتی ہے محراب و منبر کی رونق بڑھجاتی ہے اوراد و وظائف میں اضافہ ہوجاتا ہے اور عاشقان الٰہی اس مقدس مہینہ کو عید سے بڑھکر سمجھنے لگتے ہیں اس مہینہ میں انسانیت، مساوات، یکجہتی اتحاد، اتفاق، اُخوت، برادری اور اسلامی خصوصیات کا ایک عالمگیر درس پایا جاتا ہے عالی شان محلوں میں رہنے والے سرمایہ پرست، بلند بالا عمارتوں میں زندگی کے دن گذارنے والے آرام طلب اور مزدور و دہقاں کے خون گرم سے نشو نما پانے والے

زر دار نہیں جان سکتے تھے کہ روزہ کیا چیز ہے اور بے نوائی و وارث، بے یار و دیار غریبوں پر کتنے دن ایسے گذرتے ہیں جس میں صبح سے شام تک بھوکا رہنا پڑتا ہے لیکن اسلام چونکہ ہر چھوٹے بڑے کو ایک صورت اور ہر امیر غریب کو ایک ہی لباس میں دیکھنا چاہتا ہے اس لیے روزہ کا قانون بنایا گیا اور اگر غریبوں کے مقابلہ میں امیروں کو بارہ مہینے شکم سیر ہو کر دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع تھا تو قدرت نے ایک مہینہ ایسا بھی بنا دیا جس میں ہر چھوٹا بڑا، امیر غریب کالا گورا صبح سے شام تک ایک ہی قانون کی زنجیر میں جکڑا ہوا نظر آئے مطلب یہ تھا کہ اگر ایکطرف غریبوں کو یہ خیال کرنے کا موقع نہ ملے کہ ارباب زر شکم سیر ہیں تو دوسری طرف صاحبان مال کو بھی بھوکا رکھ کر ناداروں کی صف میں شامل کر دیا تاکہ انہیں بھی کسی وقت اپنی برتری اور غریبوں کے مقابلہ میں اپنی عظمت کا خیال نہ ہو۔

ضرورت تھی اور بہت سخت ضرورت کہ اس طبقہ کو انہیں احساس کرایا جائے اور انہیں معلوم ہو کہ خدا کے بندے کن حال میں زندگی کے دن گذارتے ہیں اسلام نے اسی ضرورت احساس کے لئے روزے بنائے اور ان کی امارت اور شکم سیری کی لعنت کو فنا کرنے کے لیے ایک دو روز نہیں تیس دن صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رکھ کر وہ سبق آموز قانون ایجاد کر دیا جس کی تقلید آج برت کی صورت میں مہاتما گاندھی بھی کرتے ہیں اور دنیا کی بہت سی غیر قومیں بھی!

گرمی ہو یا سردی، جاڑا ہو یا برسات روزہ رکھنا ہوگا اور ایک مفلس جس زنجیر میں جکڑا ہوگا اسی میں ایک سرمایہ دار کے پاؤں بھی! یہ ہے اسلام کا وہ عالمگیر قانون تھا جس میں شروع سے لیکر آخر تک مساوات ہی مساوات ہے اور جس صف میں ایک مزدور ہے اسی میں سرمایہ دار بھی دکھلائی دیتے ہیں، جس لباس میں ایک غریب ہے اسی میں صاحب دولت اور جس بیکرہ میں ایک بوریہ نشین اسی میں تخت و تاج کا مالک بھی نظر آتا ہے قدرت نے ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، گورے کالے

حاکم ومحکوم مزدور، وسرمایہ دار کو ایک لائن میں کھڑا کردیا۔

قطع نظر اس سے کہ روزہ ایک اسلامی قانون اور خدائی حکم ہے اس سے روحانی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں، جسمانی علاج کئے جاتے ہیں، ابدان کی صحت ہوتی ہے اور بہت سے معاشرتی، تمدنی یہانتک کہ سیاسی اصلاحات بھی ہوتے ہیں۔

اسی عالمگیر قانون کے باعث ناداروں کی تکلیف، فقیروں کی غربت، محتاجوں کی تنگی، بےکسوں کی حاجت، غریبوں کی بےسروسامانی اور فاقہ کشوں کی قابل رحم حالت کا احساس ہوتا ہے!

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:- یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین اے ایمان والو اپنے پالنے والے سے روزے نماز کے ساتھ مدد کے طالب ہو بےشک خدا صابروں کے ساتھ ہے۔

معصوم کا قول ہے کہ اس آیت میں،، الصبر سے مراد،، روزہ،، ہے

علے ابن سعید نسائی کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم سے تنگدستی کی شکایت کی آپنے فرمایا" روزہ رکھو،، اور صدقہ دو،، رسول اللہ کا قول ہے کہ،، ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ،، روزہ،، ہے،،

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ،، اے علے! دنیا میں مومن کے لئے تین علامتیں ہیں،، روزہ،، نماز، صدقہ،، پھر ایک موقع پر ارشاد ہوتا ہے،، پانچ چیزیں قلب کو صاف رکھتی ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھنا، یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرنا، صبح کے وقت کثرت سے طلب مغفرت کرنا، قائم اللیل ہونا اور،، صائم النہار ہونا،، آپ ہی کا قول ہے،، نفسانی ارادوں اور حیوانی طبیعت کے خواہشات کو روزہ فنا کردیتا ہے،،

آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے نے ،، حدیث قدسی ،، میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے ،،
الصوم لی روزہ میرے لیے ہے بندوں کا پیدا کرنے والا اپنے بندوں کے روزوں کا
محتاج اور بھوکا نہ تھا لیکن اپنی طرف نسبت دیکر اسکی اہمیت اور عظمت پر روشنی ڈال رہا ہے ۔

استاذ الحکماء امیر المومنین حضرت علیؑ کا قول ہے کہ ،، تین چیزیں بلغم کو رفع اور
قوت حافظہ کو زیادہ کرتی ہیں مسواک کرنا، قرآن مجید پڑھنا، اور ،، روزہ رکھنا ،، افضل فلاسفہ رسول اکرم
حضرت محمد مصطفیٰ نے نہایت آزادی اور عمومیت کیساتھ دنیا کے سامنے یہ محیر العقول فلسفہ پیش کر دیا ہے
کہ ،، اگر صحت جسمانی کے طالب ہو تو روزہ رکھو ،، احادیث رسول کے موافق وہ سات چیزیں جس کا
عامل قیامت کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء و صالحین سے شمار ہو گا اس میں ایک چیز ،، سخت گرمی کے
موسم میں روزہ رکھنا ،، بھی ہے یہ ، وہ حقائق ہیں جن سے روزہ کی اہمیت پر پوری روشنی پڑتی ہے
اور دن بھر کے فاقہ میں دنیا کا بہت بڑا طبی ، حکمی ، اخلاقی معاشرتی اور جسمی و بدنی فلسفہ پوشیدہ
نظر آتا ہے !

اسلامی شریعت کا یہی وہ عالمگیر قانون ہے جس کے پابند محض مسلمان ہی نہیں بلکہ اس کی
زنجیروں میں غیر مذہب ، غیر قوم اور غیر مسلک کے افراد بھی جکڑے نظر آتے ہیں اور اس سے وہ دنیا
کے ایسے زبردست اور دیرپا فائدے اٹھاتے ہیں جن کا موقع ابھی تک مسلمانوں کو بھی نہیں ملا ہے
اور اگر غفلت کا یہی عالم رہا تو شاید آئندہ بھی نہ مل سکے ۔

اسلام کا کوئی قانون ایسا نہیں ہے جس میں ،، مساوات ،، پر نظر نہ رکھی گئی ہو اور چھوٹے
بڑے کا امتیاز کیا گیا ہو ۔ اس نے روزہ کا قانون بنا کر رنگ و نسل اور قوم و قبیلہ کے فرق کو مٹا دیا
نماز میں جس طرح محمود کے دوش بدوش ایاز ہو سکتا ہے تو روزہ میں بھی اسی طرح شاہ و گدا ، احمر
امیر و فقیر کی تمیز نہیں !

اُس نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ قوانین اسلام میں ہر قانون ایسا ہی صلح پسند، اخلاق نما اور ہر دلعزیز ہے جس کے نتیجہ میں اتحاد و اتفاق، اخوت و یکجہتی اور مساوات کا دامن نہیں چھوٹ سکتا۔

خداوند عالم اس متبرک و مقدس مہینہ میں ہر مسلمان کو روزہ رکھنے کی توفیق دے اور ہماری قوم کے تمام رؤسا، عیش پرست ارباب زر اور سرمایہ داروں کو اس عظیم الشان روحانی و جسمانی نعمت سے فیضیاب کرے۔

خدا کرے وہ اس رحمت آفرین مہینہ میں اپنے عیش و عشرت، شادمانی و کامرانی اور لہو و لعب کو چھوڑ کر سچے دل سے روزہ رکھیں اور غریبوں کے ہمدوش ہو کر ان کو یہ خیال کرنے کا موقع دیں کہ اسلام کا قانون عالمگیر ہے اور خدا نے اگر ماہ مبارک میں ایک غریب کو بھوکا رہنے کا حکم دیا ہے تو اس کیساتھ ساتھ ہفت اقلیم کا تاجدار بھی روزہ سے ہے!

روحانیت اور مادیت کی زور آزمائی

از خامۂ گہر بار عالی جناب مولانا انبیاء علی صاحب قبلہ
مبلغ مدرسۃ الواعظین
(متعینہ حلقہ گجرات پنجاب)

دنیا میں ہزاروں طاقتیں کارفرما ہیں جن میں سے بعض اپنے کو مذہبی کہلوانے کی روادار اور اکثر منکر ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر طاقت کسی نہ کسی اصول کے ماتحت اور کسی نہ کسی قانون کی پابند ہے جو اس کے واسطے فائدہ مند نظر آتا ہے خواہ وہ قوانین و اصول دوسری طاقت کی نظر میں غلط و باطل ہی کیوں نہ ہوں اسی وجہ سے ہر انسان ایک لائحہ عمل تیار کرکے اوس پر گامزن ہوتا ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں مذہبی قید و بند سے تعبیر کیا جانا درست ہے اس زندگی میں اپنے کو آزاد کہنا بے جا اور غلط ہے ہمارا یہ انکار کرنا اور بات ہے کہ میں کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتا یعنی اپنی خواہش کے مطابق عمل کرتا ہوں اس وقت بھی آزادی تو سلب ہو گئی اور نفس کا پابند ہونا پڑا ایس تو یہ کہتا ہوں کہ اب میں آزاد کو اور زیادہ قید و بند میں گرفتار رہنا پڑا اگر یہ کسی مذہب کا پابند ہوتا تو زیادہ آزاد تھا کیونکہ جب اس نے اپنے کو آزاد بنایا تو ہر مذہب و ملت والے کا دباؤ اور اور تہذیب و تمدن میں شامل ہو کر اوس کے اصول و قوانین کا پابند ہونا ہوگا ورنہ دنیا تمدن و تہذیب آزاد نہ کہیگی جب ایسا ہوگا تو یہ آزادی کس قدر مشکل ہوگی بخلاف کسی ایک مذہب کی پابندی کے کہ وہ یہ کہکر چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے کہ میں فلاں ملت کا ماننے والا ہوں اور فلاں تہذیب و تمدن کا حامل ہوں اس وقت اس کے اوپر اسی مذہب و ملت کا بار رہیگا اور آزاد بننے والے پر ہر طاقت کا اثر و بار ہوگا ایسی حالت میں ہر منصف مزاج

فیصلہ کر سکتا ہے کہ آزادی کسی ایک پابندی میں ہے یا ہزاروں طاقتوں کی پابندی وجگر بندی میں۔ مذہب انسان سے کسی صورت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا خواہ انسان کتنا ہی لاپرواہ اور مذہبی رسم ورواج سے بیگانہ ہو مگر اس کے اقوال وافعال میں کچھ نہ کچھ مذہب کی جھلک پائی جائیگی اگرچہ وہ کتنی ہی مذہم اور ہلکی نفتار سے اوس کے اعمال زندگی میں اثر پذیر ہو، جن حضرات نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انسان کسی وقت میں بھی مذہب سے آزاد نہ رہا خواہ وہ زمانہ حجریت ہو یا بربریت کسی نہ کسی قانون کا ضرور پابند تھا اور اسی میں آتنی طاقت ہے کہ انسان کو متمدن اور مہذب بناتا ہے اسی لیے ہر دور تمدن میں تمدن کی ابتدا اور تہذیب کا مبدا بلکہ انسانیت کو پردۂ خفا سے باہر لانے والا اور مردہ حالات سے جو نکالنے والا جہل کو علم کے چراغ دکھانے والا بلکہ مادیت کو ترقی کے میدان میں لانے والا مذہب ہی ہوا اور تہذیب وتمدن کے علم کو سنوارنے والا مذہب ہی کا واسطہ دیگر قوموں کی پستی کو بلندی سے بدلتا اور غیر مہذب اقوام کو مہذب بناتا ہے۔

لامذہبیت کے ہوا خواہ وفریفتہ مذہب کے لباس سے کتنا ہی بچیں مگر کسی نہ کسی طرح مذہب سے آراستہ ہونا ہی پڑتا ہے روحانیت سے نجات حاصل کرنے والے مادیت کے پجاری بنیں گے یعنی اگر روحانیت سے گلو خلاصی نصیب ہوگی تو مادیت کا طمع کیا ہوا طوق گراں سنبھالنا ہوگا وہ قومیں جو زمانہ گذشتہ میں آزاد سمجھی جاتی تھیں پلٹ کر پھر مذہب کی پابندی کو ترقی کا خزینہ سمجھ رہی ہیں پہلے یہی روحانیت سے پیچھا چھڑانے والے ترقی کے امید میں مادہ پرست بن کر خدا کے منکر ہو گئے اور مادیت کی ظاہرہ صورت نے اون کو اس قدر گرویدہ بنایا کہ خدا کے انکار کے ساتھ ساتھ انسانیت سے بھی ہاتھوں کو دھونا پڑا اور آہستہ آہستہ اپنی حکومت اور شرف ایسا فراموش کیا کہ پتھر وگھاس پھونس۔ آگ وپانی وستارہ چاند سورج بلکہ معمولی معمولی جانوروں کی پرستش کرنے لگے تھے موجودہ حالات مادیت بھی اقوام ترقی یافتہ کو زمانہ گذشتہ کی طرف لے جا رہی ہے اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مادہ پرستی جہالت کے لباس کو اتار پھینکے گی۔ جو مذہب کو ترقی کا سنگ راہ سمجھتے ہیں وہی کل مذہب کو ترقی کا زینہ تصور کرینگے اس کا نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ روس جو سب سے زیادہ مذہب کو ترقی میں سنگ راہ

سمجھتا تھا اور مذہبی کیفیات سے اپنے کو مُبرا کہتا تھا بلکہ خدائیت سے اس قدر انکار کہ اوس کا یہ مقولہ اس قدر مشہور ہوا کہ زبان زدِ خلق ہوگیا "کہ ہم نے اپنے ملک سے خدا کو نکال دیا" لیکن وہ بھی یاد رکھے کہ اوس نے روحانیت سے اگر انکار کر دیا ہے تو مادیت کو اپنے لیے خدا بنا چکا ہے معبود سب اب بھی اوس کو چھٹکارا نہ ہوسکا ایک جال سے نکل کر دوسرے جال میں پھنس گیا۔

جو مذہب آیا وہ اپنے ساتھ اپنا خدا بھی لایا جب مذہب گیا اپنے خدا کو بھی لے گیا آج اگر مادیت کو خدا بنایا ہے تو یہ بھی اپنے مادی خدا کو لیکر جانے والوں سے ملحق ہوجائیگی جیسے پہلے مادہ پرست تھے اس کی وجہ کیا تھی وہ تغیر مادیت اگر اس خدا میں تغیر کا مادہ نہ ہوتا تو قومیں کیوں فنا ہوتیں اگر ان کا خدا روحانی ہوتا تو ہمیشہ مذہب ہی باقی رہتا اور خدا بھی یہی وجہ ہے کہ جو مذہب دنیا میں باقی رہا اور اوس کے خدا بھی باقی رہے اور ہمیشہ باقی رہیں گے اون کی بنیاد مادیت پر نہ تھی بلکہ روحانیت پر تھی اور جن کا خدا مادہ اور مادیت سے بے نیاز تھا وہی ذات واحد یکتا اور باقی ہے اور باقی رہیگی خواہ دنیا کتنی ہی کروٹیں بدلتی رہے مادہ والے یہ ضرور کہیں گے کہ نظام عالم میں کون سی خرابی پیدا ہوتی ہے اگر خدا کو نہ مانا جائے کیونکہ دنیا کے بادشاہوں نے ہر شئے کی سزا معین کر رکھی ہے اس لیے ہر انسان ان قوانین کے خوف سے امن عامہ میں خلل نہیں پیدا کریگا اور اگر پیدا کرنے کی کوشش کی تو سزا بھی پاتا ہے یہ صورت اس وقت ثابت ہوتی ہے جبکہ نقص پیدا کرنیوالے کا قصور ظاہر و آشکار ہوجائے اگر ظاہر نہ ہوسکا تو نقصان پہونچانے والا تحفظ اور نقصان اٹھانے والا پریشان ایسے وقت میں مادی خدا عاجز ہاں اگر اس وقت بھی نقصان پہونچانے والے کو خوف زدہ بنانے والا اور نقصان اٹھانے والے کو ڈھارس دینے والا ہو تو پھر ممکن ہے کہ خلل امن سے محفوظ رہا جا سکے وہ شئے جو ایسے امن کو قائم رکھ سکتی ہے وہ روحانی ہی طاقت ہے مادی طاقت نہیں اب تو سمجھ میں آیا ہوگا کہ ایسی ذات کا ماننا ضروری ہے جو ظاہر و باطن میں امن کو پیدا کر سکے اور انسانیت کی ترقی کو تنزلی سے بچا سکے۔ مادہ پرست آج اگر مادہ کی ظاہری خوشنمائی دیکھکر فریفتہ ہوگئے ہیں تو کل اون کو معلوم ہوجائیگا کہ روحانیت کا اٹل قانون

کبھی نہیں بدل سکتا وہ جذبہ روحانیت جو کسی قوم میں رسوخ سے وراثتہً پہونچا ہے اوس کو بڑی سے بڑی مادی طاقت وقوت ہٹا نہیں سکتی مذہبیت عام اس سے کہ صحیح خیال کی متحمل ہو یا غلط اوہام کا نتیجہ بہرکیف اقوام عالم کا عقلی نظریہ ہے جو کسی طرح مٹایا نہیں جا سکتا ہے یہ وہ فطرت الٰہی ہے کہ جس سے کوئی فرد بشر نکل نہیں سکتی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۲۱ قرآن مجید میں خداوند عالم اس امر کو واضح کر دیا کہ دین کی تبدیلی جو فطرت سے وابستہ ہے قوانین مادیت اون کو متغیر نہیں کر سکتے ظاہری صورت میں اگر مادیت نے روحانیت پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تو یہ کوئی غرور وتکبر کی بات نہیں ہے اس لیے کہ جب ذرا غور کیا جائیگا تو اوس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تہذیب کے بنیاد کو کس اچھے طریقے سے ڈا رہے ہیں کہ اون کو اس کا پتہ بھی نہیں ہو رہا ہے کہ جو بنار تہذیب تھا یعنی مذہب۔

دنیا کی گذشتہ زندگی سے سبق لو کہ تمام مادی طاقتیں مذہب کی لازوال طاقت کو مٹا نہ سکیں بلکہ ہر معرکہ میں روحانیت ہی غالب رہی اور مادی طاقت وسطوت کو اس طرح نیست ونابود کیا کہ اون کے افسانے بھی سنائی نہیں دیتے مادیت نے طرح طرح کے امتحانات بھی لیے مگر مذہب نے ہر میدان میں کامیابی حاصل کی کیا آپ کو قرآن مجید کا وہ واقعہ یاد نہیں آتا جس کے متعلق چند لفظوں میں قرآن نے واضح طور سے بیان کر دیا ہے قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذ ھم علیھا قعود وھم علی ما یفعلون بالمومنین شھود وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید ۳۰/۱۰ خندق والے ہلاک کیے گئے جو خندقیں آگ کی تھیں جس میں انھوں نے مسلمانوں کیلیے ایندھن جھونک رکھا تھا جب وہ اوس پر بیٹھے ہوئے اور جو سلوک ایمانداروں کے ساتھ کرتے تھے اوس کو سامنے سے دیکھ رہے تھے اور اون کو مومنین خدا پرست کی یہی بات بری معلوم ہوئی کہ وہ لوگ خدا پر ایمان لائے تھے جو زبردست سزاوار حمد ہے۔ اس آیت میں مادیت اور روحانیت کی جنگ

اور فرقہ کامیابی کا سہرا روحانیت کے سر ہونے کو واضح کیا گیا ہے تاریخی نظر میں اس کا واقعہ یوں درج ہے کہ حبشہ کا خود پرست اور جابر بادشاہ جس کا نام ذونواس تھا وہ لوگوں سے اپنی اور بتوں کی پرستش کراتا تھا خداوند عالم نے انھیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو اون کو روحانیت کا درس دیتا اور شاہراہ ترقی پر لگانے کی کوشش کرتا تھا ہرچند تبلیغ کی مگر چند کے سوا کسی نے اثر روحانیت کو قبول نہ کیا بلکہ اون سے جنگ کو منظور کر لیا آخر کار جنگ میں اصحاب پیغمبر ہارے گئے اور جو باقی بچے وہ پابزنجیر کیے گئے اون کے واسطے چالیس گز لمبی اور بارہ گز چوڑی نہر کھدوائی گئی اور اوس کو آگ سے بھر دیا گیا اور ایک منادی نے کہ جو ہمارے دین پر ہے وہ الگ ہو جائے اور جو اس پیغمبر کے دین پر ہے وہ اس میں کود پڑے آخر مومنین نے نہایت خوشی سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کودنا شروع کیا جب ایک عورت کی نوبت پہونچی جس کی گود میں تین ماہ کا بچہ تھا تو اوس کو کچھ تامل ہوا مگر روحانیت کے بادشاہ نے اوس بچے کو گویا کر کے ماں کو ہدایت کا درس دیا اور باواز بلند بچے نے پکار کر کہا اے اماں کچھ خوف نہ کرو اور ہم کو لیے ہوے کود پڑو غرض وہ بھی خندق میں گری اس کا گرنا تھا کہ روحانیت کے بادشاہ نے ہوا کو حکم دیا جس نے ساری نہر کو خالی کر کے وہی آگ بادشاہ ذونواس اور اوس کے لشکر اور تابعین پر ڈال دی جس نے اون کو جلا کر خاکستر کر دیا اور مومنین پر کچھ اثر نہ ہوا اور سب کے سب صحیح و سالم خندق سے باہر نکل آئے۔

اسی واقعہ سے ملتا ہوا ایک واقعہ یونان کے بادشاہ انٹیوخوس کا ہے جس نے یہودیوں کے سات افراد کو جو اولاد شمومیہ سے تھے گرفتار کیا اور اپنے سجدہ کا حکم دیا سب سے پہلے افیم نامی یہودی استقلال مادیت اور قوت شاہی سے نڈر ہو کر کہتا ہے کہ اے بادشاہ تیرے ہر حکم کے تابعدار ہیں بشرطیکہ اس میں ہمارے مذہب کی مخالفت نہ ہو ہم دین خدا کے سوا کسی مذہب کو اختیار نہیں کر سکتے اور نہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کر سکتے ہیں اور نہ مذہب موسوی کو چھوڑ سکتے ہیں یہ سن کر بادشاہ کو غیظ آیا اور ایک لوہے

کی بڑی دہکتی ہوئی انگیٹھی منگائی اور افہیم کے ہاتھ پیر زبان کٹوا کر اور جسم کی کھال کھنچوا کر انگیٹھی میں ڈال دیا اور پھر اس سے نکال کر باہر ڈالا اور دین دار بیٹے پھڑک پھڑک کر جان دی مگر بادشاہ کی اطاعت کو ہرگز ہرگز تسلیم نہ کیا آخرکار اسی طرح یکے بعد دیگرے ہلاک کیے جاتے رہے جب ان کا ساتواں بھائی جس کا نام مکاس تھا بلایا گیا جو ان میں سب سے چھوٹا تھا جب اس نے اپنے بھائیوں کی لاشیں زمین پر پڑے دیکھیں اس کی ماں اس کے ساتھ تھی ماں نے مقتولوں سے خطاب کیا کہ اے بچو میں نے تم کو جنا اور پرورش کیا اور بعدِ خدا سب سے زیادہ تم پر مہربان تھی مجھ کو یقین تھا کہ میں تمہاری کسی چیز کی مالک نہیں اور جب ہر ایک تم میں سے میرے شکم میں آیا تو میں نہ جانتی تھی کہ میرے شکم میں کیا ہے اور کون ہے نہ میں اس پر قادر تھی کہ تمہارے بےجان جسموں میں روح پھونکوں نہ تمہاری خلقت میں کوئی زیادتی یا شکل و صورت بدل سکتی تھی نہ دنیا میں قبل از وقت تم کو لا سکتی تھی یہ سب کچھ خدا ہی کے ہاتھ میں تھا جو جسموں میں نفس و عقل رکھ سکتا ہے جب اوس نے چاہا دنیا میں لایا اور تم کو عقل و فہم جیسے زیور سے آراستہ کیا اب تک اوس نے حفاظت کی اور حفظِ دین کا حکم دیا پھر تم کو اسی طرح دنیا سے اٹھا لیا جیسا کہ اوس کو منظور تھا تم دنیا سے مذہبی فریضہ ادا کر کے گئے اور دشمنِ خدا کی تم نے اطاعت نہ کی مبارک ہو مبارک ہو تم کو وہ خیر و سعادت جو تم نے حاصل کی جب بادشاہ نے یہ دیکھا کہ اس بچے کی ماں کو طرح طرح سے سمجھایا کہ اس بچے کو تو بچا لے اور اس کی جان پر نہ بنا ماں نے بچے کو گود میں لے کر پیار کیا اور کہا اے بچے مجھ سے زیادہ تجھ پر کون مہربان ہو گا میرا تجھ پر حق ہے اگر تو نے میری نافرمانی کی تو زمین و آسمان کو نظر اٹھا کر دیکھ کہ سب کا خالق خدا ہے انسان تو اس کی کمزور مخلوق ہے خالق نے حکم دیا اور اپنی معصیت سے روکا اور تھوڑی مدت دنیا میں رہنے کی دی پھر خدا کی درگاہ میں حاضر ہو کر جزا سزا پاتا ہے اے فرزند میں تجھ کو قسم دیتی ہوں اس زندہ خدا کی جو مرنے والا نہیں ہے تو اوسی کے دین پر جان دیدے جیسا کہ تیرے بھائیوں نے کیا یہ کہہ کر بچے کو بادشاہ کے حوالے کر دیا جب بادشاہ

پاس پہونچا تو بادشاہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میرا خدا تو وحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرونگا جو تمہاری سمجھ میں آئے وہ کرو اور تاخیر نہ کرو میں اپنے بھائیوں کی ملاقات کو بیتاب ہوں میرا پالنے والا خدا دنیا میں ہے تجھ پہ عذاب نازل کریگا اور تم سب کے سب بڑی بری موت مروگے۔

یہ سُن کر بادشاہ غضبناک ہوا اور شدید مصیبات سے اوس کو قتل کر دیا ماں نے بھی یہی دعا کی اور آگ میں کود کر اپنے کو جلا دیا یہ مذہب کی روحانی طاقت تھی کہ جو مادیت سے نہ دبی ایسی قربانیوں کی مثال سوائے مذہب کے اور دوسری طاقت پیش نہیں کر سکتی۔

دین اسلام جو روحانیت کا پیکر ہے اس میں بھی آگ سے کھیلنا پڑے گا طرح طرح کی سختیاں مادیت کے دیوتاؤں کی طرف سے پیش آئینگی ہر چند روزہ مادی ترقیاں جس کا انحصارِ کمال انسانی خون آشامیاں ہوں جس میں معاہدات قدر اور نہ ہمدردی پر اتحاد بہرحال مذہب ہی وہ ہوگا جو آخر میں ہر کمزوری کو دور کر کے اعلیٰ مدارج پر پہونچا سکتا ہے وہ مذہب جس کے باغ میں شہدا کا خون دیگر استحکام پیدا کیا گیا ہو جس کی بنیاد میں ایثار و قربانی پہ قائم کی گئی ہوں وہ دوسروں کو مٹائے گا اور خود نہ مٹے گا دنیا میں یوں تو مذہب ہزاروں ہیں اور طریقہ مادیت بھی لاکھوں جن میں آئے دن جنگ جاری رہتی ہے لیکن ہم کو غور کرنا چاہیے کہ آخر وہ مذاہب جو عدم کے پردہ میں پوشی ہو رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے جہاں تک غور کیا جاتا ہے اوس کی وجہ زیادہ تر یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو مذاہب اپنے اثر کو ختم کر چکے ہیں اوس میں یا تو مادیت کا پہلو غالب ہو گیا یا اب اوس سے زیادہ روحانی ترقی کی ضرورت تھی جو مذاہب ظاہری روحانی لباس سے آراستہ تھے جب اون کی ظاہری صورت نے کروٹ لی تو اصل غرض مادیت سامنے آگئی اور فنا کی راہ پر لگا دیا اور اگر روحانی ترقی کی ضرورت تھی تو مادیت سے قطع تعلق ہو جانا تو پھر اوس سے بہتر روحانی مذہب کی ضرورت ہوئی تاکہ حق غالب

آئے اور باطل مغلوب ہو جائے فی زمانہ ہر مذہب و ملت والے کا دعویٰ یہی ہے کہ ہمارا مذہب
روحانی اور الٰہی مذہب ہے مگر قاعدہ کی بات ہے کہ ہر مذہب و ملت کسی صورت روحانی اور الٰہی مذہب
نہیں ہو سکتا کیونکہ الٰہی مذہب ایک ہی ہوگا نہ کہ ہزاروں، اگر سب کو الٰہی مذہب تسلیم کیا جائے تو پھر
ایک دوسرے کے قواعد و اصول میں اختلاف نہ ہونا چاہیے یہی شے بتاتی ہے کہ تمام مذاہب حق نہیں ہو سکتے
اگر ہو سکتا ہے تو ایک، اس کی شناخت کیلیے اگرچہ قواعد ہیں مگر ان قاعدہ اور مذہب کے لانے والے
کی شناخت ہے اگر مادیت اس کے مقابل برسرپیکار ہو جائے اور پھر روحانیت غالب ہو اور مادیت
مغلوب تو سمجھ لینا چاہیے کہ واقعاً اس مذہب کا مقابلہ مادیت نہیں کر سکتی اور یہی حق ہے بقیہ مذاہب
کا ذکر بے سود ہے تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے اس کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید
کے علاوہ اس کا مبلغ یعنی رسول اسلامؐ دنیا و مادیت سے کس قدر دور تھا اور جب دنیا
کو اپنا لوہا منوا چکا اور دشمنوں سے امین و صادق کا لقب پا چکا اور مادیت کو بتا چکا کہ میں تنہا
روحانیت کے بل بوتہ پر تیرا مقابلہ کرتا ہوا تجھ کو پست و ذلیل کر دوں گا باوجود اس کے مادہ پرست
اپنی زبان سے اقرار کرتے تھے کہ آپ امین اور سچے ہیں لیکن مادیت کے دباؤ سے طرح طرح کے
الزامات قائم کئے کبھی نعوذ باللہ جادوگر کہا تو کبھی کاذب کہہ کر پکارا مگر روحانیت کے پیکر نے ان
سب کو کافور کر کے چھوڑا جب مادیت نے اس جگہ شکست کھائی تو روحانیت کے مقابل ہو کر رسول اسلام
کو مکہ چھوڑنا پڑا اس پر بھی مادیت نے تلوار اٹھائی اور روحانیت کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور تیرہ سال تک
جم کر مادیت مقابلہ کرتی رہی مگر روحانیت کے خوگر باوجود اس قلت لشکر کے جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے
تھے اور مادیت منہ دیکھتی تھی جب مادیت کا سایہ عراق و عرب سے کم ہوا اسلام کا سکہ رائج ہوا اس پر بھی رسول اسلامؐ نے
مادیت کو قریب آنے دیا اور یہی فرماتے تھے کہ خدایا ایک وقت عطا فرما کہ تیرا شکر ادا کروں اور دوسرے وقت دے
اور رہی دنیاوی حالت جو پہلے تھی وہی باقی رہی اور مادیت کہلوالیا الحق یعلو ولا یعلی

(باقی دارد)

رپورٹ جلسہ یادگار حسینی گنگاپور

(منعقدہ بہ تعین تاریخہائے ۱۴-۱۵-۱۶ جون ۱۹۴۲ء)

اسٹیشن گنگاپور بی بی اینڈ سی آئی براڈ گیج پر بھرت پور اور سوائی مادھوپور کے درمیان واقع ہے۔ قصبہ گنگاپور ریاست جے پور میں شامل ہے اور ریاست جے پور کے ناظم اور سب جج یہاں رہتے ہیں۔

ریلوے لوکو ورکشاپ اور کیرج بھی یہاں قائم ہے۔ حضرات اثنا عشریہ جو تعداد میں بیس یا بائیس ہونگے ملازم پیشہ ہیں۔ جن میں کچھ ریلوے کے ملازم ہیں کچھ ریاست کے ملازم ہیں۔

اس موقعہ پر جبکہ طول و عرض ہند میں یادگار حسینی کے سلسلے میں جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ یہاں کے مومنین کے دل میں بھی یہ جذبۂ بے اختیار پیدا ہوا کہ اگرچہ ہم بے بضاعت ہیں اور تعداد بھی کم ہے لیکن مولا کا نام لے کر یہاں بھی حسینی علم بلند کیا جاوے۔ حضرات اہلسنت والجماعت نے اس تحریک سے نہ صرف دلچسپی ہی لی بلکہ عملی طور پر ہمارے ساتھ شریک کار رہے۔ چنانچہ ایک کمیٹی چندہ کی فراہمی اور انصرام جلسہ کے لیے تشکیل کی گئی جس کے صدر جناب سید فرحت حسین صاحب فرحت خفی سررشتہ دار نظامت گنگاپور منتخب ہوئے اور مجھے سکریٹری منتخب کیا۔ چندہ فراہم کیا گیا جلسہ کے لیے تاریخیں مقرر کی گئیں اور علمائے کرام کی خدمت میں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں استدعا کی گئی کہ وہ رونق دہ جلسہ ہوں۔

(۱) مولانا مولوی خطیب اعظم جناب سید محمد صاحب قبلہ دہلوی

(۲) جناب قبلہ سید اظہر حسین صاحب لاہور

(۳) جناب محمود احمد صاحب قبلہ حنفی دیوبندی۔

(۴) جناب حافظ محمد یوسف صاحب قبلہ حنفی بے پور۔

(۵) جناب گوپی چند صاحب امن دہلوی۔

(۶) جناب للتا پرشاد صاحب شاد کوٹہ۔

ہمیں افسوس ہے کہ جناب سید اظہر حسین صاحب قبلہ اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور مجبوریوں کے باعث تشریف نہ لا سکے اور مومنین کا اشتیاق شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا لیکن مولانا سید احمد صاحب سونی پتی کی تشریف آوری نے جلسہ کو دوبالا کر دیا۔

پہلا جلسہ ۱۴ جون ۴۲ء کو ۸ بجے زیر صدارت جناب حافظ محمد یوسف صاحب عزیز تلاوت کلام مجید کے ساتھ شروع ہوا۔ سید ظفریاب علی صاحب جارچوی نے جوش ملیح آبادی کی ایک نظم پڑھی جس کے بعد جناب گوپی چند صاحب امن ایڈیٹر تیج نے ایک پرمغز تقریر فرمائی آپ نے اپنے اس خلوص اور عقیدت مندی کا جو آپ کو جناب امام مظلوم سے تھی اظہار کیا۔ اپنے دلائل اور براہین کے ساتھ یہ واضح کر دیا کہ جناب امام حسینؑ حق پر تھے۔ اور انھوں نے حق کیلیے جان بھی دے دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کر گئے ہیں اور دکھا گئے ہیں کہ جب اصول کی جنگ ہو تو انسان کو صحیح اور سچے اصول کے منوانے کے لیے اپنا تن من دھن سب قربان کر دینا چاہیے۔ آپ نے بتایا کہ کچھ جان دینے والے باہمی لڑائیوں میں جان دیدیتے ہیں۔ کچھ اپنے قبیلہ پر قربان ہو جاتے ہیں اور کچھ اپنے ملک و وطن کے لیے سر کٹا دیتے ہیں۔ لیکن ان میں ہمہ گیری نہیں پیدا ہو سکتی جو حق کے اصول پر اور (Principle) پر جان دینے والے حاصل کرتے ہیں حسینؑ نے اصول کی خاطر جان دی۔ ان کا پیغام سارے دنیا کے لیے یکساں مفید اور ضروری ہے۔ جناب امن صاحب نے دکھا دیا کہ امام مظلوم نے یہ جنگ اپنے فائدہ کیلیے نہیں لڑی۔ وہ اگر چاہتے

تو آسانی کے ساتھ دولتِ دنیا سے بہرہ مند ہو سکتے تھے لیکن صرف دنیائے اسلام کو اس خطرہ سے بچانے کیلئے جو یزید کی شکل میں رونما ہوا تھا اور جس نے بظاہر اسلام کا لباس پہن رکھا تھا حسینؑ نے اپنا اور عزیز و انصار کا شہید کیا جانا منظور کر لیا۔ یزید دعویدار خلافت تھا لیکن شراب و کباب کو جائز سمجھتا تھا۔ زنا و حرام کاری میں مصروف رہتا تھا۔ اُس کے اِن عیوب پر اسلامی خلیفہ ہونے کی چادر ڈال رکھی تھی حسینؑ نے شہید ہو کر یزید کے سر سے اس چادر کو چھین کر چاک کر دیا اور اس کی مکروہ صورت دنیا کے سامنے ظاہر کر دی۔

حسینؑ نے اپنے عمل سے باہمی رواداری اور اخلاق کا بہترین سبق دیا۔ کربلا کی راہ میں جب حُر نے آپ کو گھیر لیا اور درحقیقت اُس کا یہ عمل آپ کو کربلا تک لے گیا اور اس طرح وہ سخت ترین دشمن کہا جا سکتا ہے۔ اُس وقت آپ نے دیکھا کہ حُر کا لشکر پیاسا ہے۔ اگرچہ ساتھ والوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ راہ خطرناک در پیش ہے اور پانی کمیاب ہے لیکن سخی ابنِ سخی نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور دشمن کو پانی پلانے کا حکم دیدیا۔ نہ صرف حکم دیا بلکہ خود بنفس نفیس پانی پلانے میں مشغول ہو گئے اور نہ صرف انسانوں کو ہی پانی پلایا بلکہ دشمن کے جانوروں تک کو بھی اچھی طرح سیراب کر دیا۔ اس وقت جبکہ مصیبت کی گھٹائیں ہندوستان پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ کس وقت اور کہاں یہ بادل پھٹ پڑیں ہم کو اس مثال سے سبق لینا چاہئے اور اپنے عمل سے دکھلانا ہے کہ ہم حسینؑ کو کس طرح مانتے ہیں۔ اگر ہم اپنے پڑوسی کو وہ تھوڑا پانی جو ہمارے قبضہ میں ہو پہلے پلائینگے۔ اگر ہم اپنے پڑوسی کے زخم کو اپنے زخم پر ترجیح دیتے ہوئے اس کے پہلے پٹی باندھیں گے تو ہم حسینی پیغام پر عمل کرینگے۔ اور اس پرآشوب زمانے میں یہ تیرہ سو سالہ یادگار ایک شعاعِ امید ہے۔ ہم اس پیغام کو جو کربلا کی جلتی ریت پر دیا گیا اپنے سامنے رکھ کر عمل پیرا ہونگے تو یقینی نیا نظام جو اس لڑائی کے بعد قایم ہوگا وہ حسینی نظام ہوگا۔

آپ نے دو درد انگیز اور موثر نظمیں بھی پڑھیں جو دلوں کو گرما گئیں اور آپ کی عقیدتمندی کا اظہار کرتی تھیں۔

اُس کے بعد جناب حافظ صاحب صدر جلسہ نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی اور یہ دکھلایا کہ جس طرح انسان چار عناصر سے مل کر بنا ہے۔ اسی طرح اسلام میں بھی چار عناصر موجود ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ اور زکوٰۃ۔ لیکن جس طرح انسان کے چاروں عناصر بغیر روح کے بیکار ہیں۔ اسی طرح یہ اسلامی عناصر بدایۃ بغیر روح کے ہیں جب تک کہ ان میں بھی روح موجود نہ ہو۔ اور آپ نے قرآن کی آیتوں اور دیگر دلیلوں سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ روح جو اسلام کے ان چاروں عناصر میں جان ڈالدیتی ہے محبتِ اہلبیتؑ ہے۔

سچ ہے۔

بے حُب اہلبیت عبادت حرام ہے

آپ نے ثابت کیا کہ اہلبیتؑ سے مراد اہل سنت کی کتابوں کے مطابق بھی پنجتن پاک ہیں چند کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے بتایا کہ جناب اُمّ سلمہ نے خواہش کی تھی کہ وہ اس چادر تطہیر میں داخل ہو جائیں، لیکن روک دی گئیں۔ آپ نے مختلف دلیلوں سے یہ ثابت کیا کہ تنہا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے کوئی نتیجہ نہیں جب تک کہ رسولؐ اور آل رسولؐ کی محبت موجود نہ ہو۔ اس کے بعد آپ نے واقعات کو پیش کر کے بتایا کہ قلب رسول سب سے زیادہ امام مظلوم کی جانب رہتا تھا۔ اور اُن کی اذیت سے رسول کو اذیت ہوتی تھی۔ اور جو حسینؑ سے محبت کرتا تھا اس سے رسولؐ کو محبت تھی۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم حسینؑ سے محبت کریں۔ اور یہ محبت بے نتیجہ ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ رسولؐ اپنے نواسے سے اس لیے محبت نہیں کرتے تھے کہ وہ اُنکے نواسے تھے بلکہ وہ جانتے تھے کہ ایک روز ایسا آئے گا جب اسلام پر مصیبت آئے گی تو یہی حسینؑ اپنی اور اپنے عزیز و انصار کی قربانی کر کے

اسلام کو اس مصیبت سے نجات دلائے گا ہم بھی اس محبت کے ذریعہ اپنے اعمال و افعال کو درست کر کے نجات پا سکتے ہیں۔ آخر میں آپ نے اتحاد و اتفاق پر پُرجوش تقریر کر کے جلسہ کو برخاست کیا۔

دوسرا جلسہ

شب کو زیر صدارت جناب قیس صاحب سنیٹری سپرنٹنڈنٹ بپا نا منعقد ہوا۔ بعد تلاوتِ کلام پاک جناب سید ظہور حیدر صاحب ظہور جارچوی نے اپنی نظم آزادی پڑھی۔ بعد ازاں جناب ملتا پرشاد صاحب شاد نے تقریر فرمائی۔ آپ نے تاریخی واقعات سے یہ ثابت کیا کہ بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں ایک عرصہ سے عداوت چلی آتی تھی۔ بنی امیہ یہ چاہتے تھے کہ اُس دینی اقتدار و عظمت کو جو بنی ہاشم کو حاصل ہے اپنے روپیہ پیسہ سے حاصل کر لیں لیکن اس میں ناکامیاب رہتے تھے۔ جب رسول آخر زماں بھی بنی ہاشم ہی میں سے مبعوث ہوئے تو اس بغض و حسد نے اور بھی ترقی کی۔ اور اسلام سے عداوت ابوسفیان نے لڑائیاں لڑ کر دکھلائیں۔ جب ابوسفیان اسلام کی ترقی اور بنی ہاشم کی عزت کی کمی نہ کر سکا تو مجبوراً اُس نے اسلام کا دامن اوڑھ لیا ورنہ درحقیقت وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ اور اُس کی اولاد اس عداوت کے جذبہ کو اپنے دلوں میں پرورش کرتے رہے۔ اور یہ جذبہ یزید کے زمانے میں پھوٹ نکلا۔

معاویہ نے امام حسن سے صلح کی۔ لیکن ہر سہ شرائط میں سے ایک کی بھی تعمیل نہیں کی۔ اور یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلافِ شرائط اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یزید نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی مسلمانوں سے بیعت لینا شروع کی۔ امام حسینؑ سے بھی بیعت طلب کی گئی۔ لیکن حسینؑ جو نبی کے نواسہ تھے اور جن پر دنیا کی نگاہیں تھیں اور جن کے ہر فعل کو رسولؐ کی تعلیم کا نتیجہ سمجھا جاتا تھا۔ کس طرح ایک زانی اور بدکار کی بیعت قبول کر کے اسلام کو فنا کر سکتے تھے۔ حسینؑ نے بیعت سے انکار کر کے اسلام کو بچا لیا اگرچہ اس انکار کا نتیجہ بظاہر حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت اور قتل نکلا لیکن در اصل اسلام

کی بقا اس شہادت میں مضمر تھی۔ آج اسلام صرف حسینؑ کے طفیل میں قائم ہے۔

آپ کے بعد جناب محمود احمد صاحب نے ایک جامع اور پر مغز تقریر فرمائی۔ گویا کہ تقریر مرصع تھی۔ آپ نے لفظ شہادت کی تعریف کی اور اسکی ہر دو اقسام شہادت سرّی و شہادت جہری پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ جناب رسالتمآب افضل انبیاء تھے۔ اس لیے ہر فضیلت اُن میں بدرجۂ اتم موجود ہونا ضروری تھی۔ لیکن بظاہر شہادت جو افضل ترین فضائل میں سے ہے آپ میں نظر نہیں آتی لیکن یہ فضیلت آپ کو آپ کے نواسوں کے ذریعہ عطا کی گئی۔ شہادت سرّی میں سب سے افضل شہادت وہ ہے جو دشمن کی زہر خورانی کے ذریعہ حاصل ہو۔ امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور اس طرح یہ فضیلت جناب رسول مقبول کو حاصل ہوئی۔ امام حسنؑ کا اوپر کا حصۂ جسم جناب رسول مقبول کا ہم شبیہ تھا۔ شہادت جہری جناب امام حسینؑ کے ذریعہ رسول خدا کو حاصل ہوئی۔ آپ کا نچلا حصۂ جسم رسولؐ سے مشابہ تھا۔ یہ دونوں بچے نہ صرف نواسے ہی تھے بلکہ آیت کلام پاک کے بموجب رسولؐ کے بیٹے بھی تھے۔ آخر میں جناب صدر صاحب نے میرانیسؒ کے چند بند نہایت جوش کے ساتھ سنائے اور دکھلایا کہ قرآن پاک اور عترت کے دامن سے جب تک متمسک نہ رہیں گے فلاح وکامرانی ناممکن ہے۔

تیسری نشست

۱۵ ارجون ۱۹۴۲ء کو شب کے وقت ۹½ بجے زیر صدارت جناب سید علی عباس صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی علیگ وکیل ہائی کورٹ الوداعیہ ہوئی۔ بعد تلاوت کلام پاک جناب سید ظفر یاب علی صاحب جارچوی جناب شہادت علی صاحب۔ جناب سید ظہور حیدر صاحب جارچوی۔ جناب سید علی اصغر صاحب رعنا ظفر نگری نے اپنی اپنی نظمیں نہایت دلکش پیرایہ میں پڑھیں۔ نظمیں سبق آموز اور درد واثر سے لبریز تھیں۔ ان کے بعد جناب مفتی سید محمد احمد صاحب قبلہ سونی پتی نے اپنی جامع تقریر سے حاضرین کو محظوظ

فرمایا۔ آپ نے اپنی تقریر کو آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ سے زینت دی۔ آپ نے ثابت کیا کہ جناب رسالتمآب نے اسلام کے پھیلانے اور تعلیمات قرآن شریف کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں جتنی تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا اس قدر کسی نبی یا پیغمبر نے تکالیف برداشت نہیں کیں۔ آپ نے بنی نے اجر رسالت کو محبت اہلبیت قرار دیا لیکن فرض نہیں کیا۔ وجہ یہ تھی کہ فرض اکثر ساقط بھی ہو جاتا ہے لیکن مزدوری کی ادائگی حالت مرض الموت بھی ساقط نہیں کر سکتی۔ یہ الفاظ دیگر محبت اہلبیت وہ چیز ہے جو کسی عالم اور کسی حالت میں ہم پر سے ساقط نہیں بلکہ ہر حالت میں ہمارے لیے لازمی وضروری ہے کہ ہم محبت اہلبیت سے سرشار رہیں۔

اس کے بعد آپ نے امام مظلوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ جو کام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں کر دکھایا وہ ایسا سخت کٹھن کام تھا جہاں بڑے اولوالعزم نبی اور پیغمبر لڑکھڑاتے نظر آتے ہیں حسینؑ کا کیا ذکر ہے اُسکے ساتھی اور اُس کے اہل حرم وہ مقام صبر وشکر دکھا گئے کہ دُنیا حیران و ششدر ہے۔

جناب حوا اپنے بیٹے جناب اسمٰعیل کی گردن پر صرف ایک نشان دیکھ کر غش کھا گئیں اور سترہ روز میں انتقال کر گئیں۔ لیکن ہاجرۂ کربلا نے اپنے اسمٰعیل کو اپنے ہاتھوں سنوار کر موت کی آغوش میں بھیجا اور شکر خدا کیا۔

آپ نے بتایا کہ حسینؑ کی وہ شخصیت ہے جس نے بلاؤں پر صرف صبر ہی نہیں کیا بلکہ ہر مصیبت پر شکر خدا کیا۔ یہ مجاہد صبر کو شکر سے بدلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور اس مجاہد کا شکر دوسرے انبیا سے بالکل علیحدہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ اوروں نے کچھ لیکر شکر کیا مگر اس شہید اعظم نے کچھ دے کر شکر ادا کیا۔

جناب صدر صاحب نے مقررین کی تقریروں پر نقد و تبصرہ کرنے کے بعد حاضرین کو حسینی پیغام سے سبق لینے اور اس پیغام پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کی۔ اور بتایا کہ یہ مجالس اور یہ تذکرے اس انتشار اور

افتراق کے زمانے میں ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملانے اور بچھڑے ہوؤں کو یکجا کرنے کے لیے بہترین ذریعہ ہیں۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ اس شمع ہدایت کو سامنے رکھ کر زندگی کی کٹھن منزل کو طے کرے اسکے لئے ہی کامیابی اور فلاح ہے۔

چوتھی اور آخری نشست

زیر صدارت جناب خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی ۱۶ ار جون ۴۲ء کو شب کے ۹ بجے قایم ہوئی۔ بعد تلاوت کلام پاک جناب سید فرحت حسین صاحب فرحت کی نظم جناب سید ظفر یاب علی صاحب جارچوی نے پڑھی بلعد ازاں جناب سید ظہور حیدر صاحب جارچوی اور جناب سید علی اصغر صاحب رعنا نے اپنی اپنی نظمیں پڑھیں۔ سید ظہور حیدر صاحب جارچوی سے اُن کی ہندی نظم جو انھوں نے ۱۵ ار جون کو پڑھی تھی اور جو حاضرین نے بہت پسند کی تھی دوبارہ پڑھوائی گئی۔

اس کے بعد صلوٰۃ اور درود کے نعروں کے درمیان جناب صدر نے اپنی تقریر شروع کی۔ اور ایک زبردست علمی بحث کو عام مثالوں اور گھر کی باتوں کے ذریعہ حاضرین کے ذہن نشین کرایا۔ آپ نے نبی اور پیغمبر کی اہمیت اور اُن کے آنے کی وجہ کو عام فہم الفاظ میں سمجھایا۔ آپ نے عناصر کا ذکر کرتے ہوئے سمجھایا کہ اس خاکی جسم کے علاوہ اسمیں ایک ایسی رشئے ہوتی ہے جسکو روح یا آتما کہا جاتا ہے۔ اس سے بلند ایک ہستی ہوتی ہے جس کو مہاتما کہا جاتا ہے اور ان سب سے بلند جو ہستی ہے اس کو پرماتما کہا جاتا ہے۔ یہ مہاتما وہ ہیں جو آتما کو پرماتما سے ملاتے ہیں۔ ان میں دونوں صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔ جہاں وہ پرماتما سے ملکر اخذ فیض کرتے ہیں وہاں وہ آتما تک یہ فیض پہونچاتے ہیں۔ ان مہاتماؤں کو نبی کہو یا پیغمبر اوتار کہو یا رشی برابر ہے۔ اس لیئے خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں ڈرانیوالے نہ بھیجے ہوں۔

آپ نے کلام مجید کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں صرف کربلا کا ہی ایسا واقعہ ہے جہاں جتنے لڑنے والے لڑے وہ سب کے سب شہید ہوئے۔ اور کوئی ایسا واقعہ نہیں گذرا۔ اتفاق پر آپ نے

پرجوش الفاظ فرمائے کہ جس طرح مسلمانوں میں کعبہ ایک مرکز ہے حالانکہ کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے کوئی سینے پر ہاتھ باندھ کر تو کوئی پیٹ پر وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مرکز پر آکر سب جھکتے ہیں۔ اسی طرح اہل ہنود کوئی مورتی پوجن کرتا ہے تو کوئی مورتی پوجن نہیں کرتا لیکن گائے سب کا مرکز ہے سب اس کو مانتے ہیں اسی طرح ہندو مسلمان اتحاد کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنا مرکز بنانا ضروری ہے اور مذہب کے جھگڑوں کو بالائے طاق رکھ کر سب ایک ہو جائیں۔

آپ کے بعد سید علی عباس صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ علیگ نے ارکین جلسہ کی جانب سے حاضرین جلسہ اور علمائے کرام کا شکریہ ادا کیا۔ اور مہمانوں کی زحمت کشی اور تشریف آوری پر ہدیہ تشکر پیش کیا بعد ازاں صاحب موصوف نے مہمانوں کی جانب سے ارکین جلسہ کا ان کے انتظام جلسہ و رہنمائی کے مشکل فرائض کو کمال تندہی سے ادا کرنے پر شکریہ ادا کیا۔

جلسہ بخیر و خوبی "حسینیت زندہ باد" "اللہ اکبر" کے نعروں پر ختم کیا گیا۔

میں دیگر ارکین جلسہ اور گنگاپور کے اُن مسلم اور غیر مسلم حضرات کا جنھوں نے دست تعاون دراز کیا شکر گذار ہوں خصوصاً سید ہاشم حسین صاحب کا مشکور ہوں جنھوں نے شب روز منہمک ہو کر جلسہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ جناب لی حیدر صاحب کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے علماء کے قیام کا انتظام اپنے دولتکدہ پر کیا۔

میں مولائے دوعالم جناب امام مظلوم کا تصدق سمجھتا ہوں کہ اس موسم گرما میں اور ان نامساعدت حالات میں یہ جلسے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئے۔

حسینیت زندہ باد — صداقت زندہ باد

سید شبیر حسین نقوی بی اے ایل ایل۔ بی علیگ

جنرل سکریٹری سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی گنگاپور بستی

اعلان منجانب انجمن وظیفۂ سادات و مومنین

بہ تعمیل ریزولیوشن نمبر ۳ جو انجمن ہذا کی کارکن کمیٹی نے اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ دسمبر سنہ ۴۱ء میں بمقام امروہہ پاس کیا تھا مندرجہ ذیل امیدواروں کے لیے جنھیں بوجہ کمی سرمایہ اس وقت وظائف نہیں دیئے جا سکتے تھے پانچسو بیاسی 582 روپئے بطور وظائف چھ ماہ کیلیے (جولائی لغایتہ دسمبر سنہ ۴۲ء) منظور کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	نمبر رجسٹر	نام وظیفہ خوار معہ سکونت	نام درس گاہ معہ جماعت	وظیفہ ماہوار
۱	۹۲۶	سید مرتضیٰ صاحب کانپور	گورنمنٹ ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ لکھنؤ	6 روپے
۲	۹۲۷	خواجہ جرار حسین صاحب کیرانہ ضلع مظفر نگر	ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ دہلی فرسٹ ایر	6 "
۳	۹۲۸	سید محمد حسن صاحب ہیڑہ سادات مظفر نگر	سول انجنیرنگ کالج	8 "
۴	۹۲۹	فاطمہ بیگم صاحبہ الہ آباد	آرٹس کالج تھرڈ ایر	7 "
۵	۹۳۰	سید عباس حسین صاحب علی پور میسور	مہاراجہ کالج میسور تھرڈ ایر	7 "
۶	۹۳۱	ناصر حسین صاحب سیمن سادات بجنور	لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ تھرڈ ایر	7 "
۷	۹۳۲	سید ناصر حسین صاحب موضع کھرد ضلع میرٹھ	میرٹھ کالج میرٹھ تھرڈ ایر	7 "
۸	۹۳۳	سید علی مظہر صاحب لکھنؤ	الہ آباد یونیورسٹی تھرڈ ایر	7 "
۹	۹۳۴	سید وجیہ الحسن صاحب لکھنؤ	لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ تھرڈ ایر	7 "
۱۰	۹۳۵	سید متقی حسین صاحب لکھنؤ	شیعہ کالج لکھنؤ سکنڈ ایر	6 "

[illegible]	[illegible]	نام وظیفہ دار معہ سکونت	نام درس گاہ معہ جماعت	[illegible]
۱۱	۹۳۶	سید محمد اطہر حسین صاحب عباس ضلع رائے بریلی	ا یونگ کرسچین کالج الہ آباد فرسٹ ایر	6 [illegible]
۱۲	۹۳۷	سید علی اختر صاحب نگینہ ضلع بجنور	بریلی کالج بریلی فرسٹ ایر	6 〃
۱۳	۹۳۸	سید قمر رضا صاحب آگرہ	میرٹھ کالج میرٹھ فرسٹ ایر	6 〃
۱۴	۹۳۹	سید محمد عباس صاحب جعفری بھرتپور	آرٹس کالج فرسٹ ایر	6 〃
۱۵	۹۴۰	جمیلہ بانو صاحبہ بہاولپور	صادق گرلس ہائی اسکول بہاولپور	5 〃

احقر خادم قوم

سید فقیر حسین شاہ بخاری ایم۔ اے بی ٹی

آنریری جنرل سکریٹری انجمن ہذا

و پروفیسر مسلم یونیورسٹی۔

امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ۔ دہلی

زیر سرپرستی علمائے کرام و زیر نصرام شیعۃ الصفا پراونشل شیعہ کانفرنس صوبہ دہلی ۱۔ یہ یتیم خانہ عرصہ نو سال سے صوبہ دہلی میں جو کہ تمام ہندوستان کا مرکز ہے جاری ہے اس میں قوم کے یتیم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہو کر زیر نگرانی عالم دین مثل والد کے پرورش پاتے ہیں اور دینی و دنیوی تعلیم و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، آپ سے استدعا ہے کہ بہ مہربانی ماہواری مستقل چندہ ممبری فطرہ اور قربانی کی کھالوں کے علاوہ خمس زکوٰۃ، نذر و نیاز امام ضامن منت مراد وغیرہ کی رقومات امامیہ یتیم خانہ دہلی میں ارسال کریں اور اپنے احباب کو بھی اسکی ترغیب دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔ ۲۔ امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی میں پنجاب و غیر سادات ایتام کی ضرورت ہے جملہ درخواستہائے بنام آنریری جنرل سکریٹری امامیہ یتیم خانہ آنی چاہئیں۔

خادم ایتام

آغا نثار احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر آنریری جنرل سکریٹری

امامیہ یتیم خانہ دہلی

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت خفیفہ صاحب سول جج بہادر مقام ہردوئی

مقدمہ نمبرہ ۱۹۵ سنہ ۱۹۴۲ء

صاحب ڈپٹی کمشنر مینجر کورٹ آف وارڈس

بنام

بدری

بنام بدری ولد چھوٹے لال قوم برہمن ساکن موضع ہری پور مزرعہ علی گنج بھنکر یا پرگنہ کساری وارد حال موضع اکبرپور تحصیل چھبرامئو ضلع فرخ آباد۔

ہرگاہ مسمیٰ صاحب ڈپٹی کمشنر نے درخواست اس عدالت میں گذرانی ہے کہ راجہ بہادر راجہ ... سنگھ فوت ہوگئے ہیں۔ راجہ اودے پرتاپ سنگھ وارث ہوے جن کا علاقہ در سرانجام کورٹ آف وارڈس ہے لہذا نام بزمرۂ ڈگریدار صاحب ڈپٹی کمشنر قایم فرمایا جاوے اور مطالبہ ڈگری ذریعہ قرقی عام وصول کرادیا جاوے۔

لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت دس بجے بتاریخ چوبیس ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور آپ کی غیرحاضری میں سماعت کی جاویگی۔

بتاریخ ۲۱ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری بدفتر خفیفہ سول جج ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

کتابیں ملنے کا پتہ
منیجر الواعظ لکھنؤ
انجمن منتظم العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ
کی قابل قدر کتابیں
بعض کتابوں کے نسخے صرف چند باقی ہیں شائقین جلد طلب فرمائیں
کتب انگریزی
قرآن مجید حصہ اول مجلد ۳ر
حصہ دوم ۳ر
ترجمہ صحیفۂ کاملہ حصہ اول ۶ر
حصہ دوم ۶ر
شریعۃ الاسلام حصہ اول ۳ر
شریعۃ الاسلام حصہ دوم ۲ر
ترجمہ الموحد ۳ر
بشریعۃ الاسلام ۱۲ر
ترجمہ النبوۃ والخلافۃ ۱۲ر
ترجمہ مودۃ القربیٰ ۶ر
اسلام انگریزی میں نظم ار
نماز ار
ٹریجڈی آف کربلا ار
ابن زینڈل کنٹ ار
کتب اردو
النبوۃ والخلافۃ ۲ر
حقوق نسواں ۴ر
القول الجمیل ۲ر
اسلام مغرب کی نظر میں ار
شریعۃ الاسلام ضمیمہ حصہ دوم ۲ر
خصوصیات اسلام ار
تعلیم اسلام ار
الاعجاز ار
تنقید قدامت وید ار
کربلا کا مجاہد ار
جوہر منظوم ۱ر
النجمۃ الثاقبۃ شرح محیط الدائرہ ۶ر
نصر المومنین ۴ر
قرآن مجید اور اقتصادیات ۴ر
الاسناد بزبان عربی ۸ر
سردار قریش ۲ر
تحقیق البداء ۴ر
سرادق عفت ۲ر
النبی ار
انسانی قربانی ۳ر
مسالک الحکماء ۲ر
اسلامی جہاد ۲ر
اعجاز القرآن ار
رد تناسخ ار
مثنوی آب زلال ۴ر
اسلام اور رواداری ار
قرآن اور بائبل ار
رد الاباطیل ار
رسالہ متعہ ار
مناظرہ معاد و تناسخ ار
الداعی الی الخیر
مہتمم شعبہ تصنیف و تالیف مدرسۃ الواعظین کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ
باہتمام مرزا اختر لکھنوی پرنٹر و پبلشر نے الواعظ سرفراز پریس لکھنؤ میں چھپا کر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے

رجسٹرڈ نمبر ۲۵۹

دع ما لا یغنیک الی ما یغنیک

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر حکیم مصطفیٰ حسین

مالی منیجر سید حسن المتخلص بہ الکمال لکھنوی

الواعظ صفدر پریس لکھنؤ میں چھپ کر
مدرسۃ الواعظین کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع

الواعظ

رسالہ الواعظین اپنے مہتم بالشان اور با مقصد ادارۂ تبلیغی سے اس کے اغراض و مقاصد کی ترجمانی و اشاعت، تبلیغ
حسن و خوبی سے ایک ... پیسا و ایک علمی مذہبی جریدے کے اجرا کی ضرورت ہے وہ فریضۂ تبلیغ کے ہمدردوں سے مخفی نہیں تھی اسی
خیال کو پیش نظر رکھ کر الواعظ جاری کیا گیا تھا جو ایک مدت سے اپنے فرائض کو حسن خوبی سے ادا کر رہا ہے جیسا کہ ناظرین کرام
سے مخفی نہیں ہے۔

الواعظ رسالہ الواعظین کے حالات اور اس کے مبلغین کی تبلیغی کارروائیاں اپنی ہر اشاعت میں شائع کرتا رہتا ہے۔

الواعظ آجکل کے اصطلاحی مناظرہ سے بچتا ہوا انتہائی تہذیب و متانت سے علمی مضامین محققانہ انداز سے پیش کرتے
رہنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

الواعظ مذہب اسلام کو اکمل الادیان، قرآن مجید کو افضل الکتب، پیغمبر اسلام کو افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین
ہونے کا اثبات اپنا اہم ترین فریضہ قرار دیئے ہوئے ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کا واحد اور سچا خدمتگزار اور تمام اہل اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر دیکھنے کا متمنی ہے۔
الواعظ اسلامی شریعت کی حکمت اور اس کی جامعیت کو تمام دنیا پر واضح کر دینے کا آرزومند رہتا ہے۔
الواعظ اسلامی شریعت کی فضیلت اسلامی تمدن کی فوقیت اسلامی احکام و قوانین شریعت سے تمام عالم کو آگاہ
کر دینے کیلئے اپنے صفحات کو وقف کیے ہوئے ہے۔

الواعظ ائمہ طاہرین سے ہدایت یا سلف صالحین کے تاریخی حالات مسائل عقلیہ و نقلیہ ... اسلام کا فلسفۂ قدیمہ
و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالۂ شبہات اور اکتشافات جدیدہ اور حقائق اسلامیہ
اور اخبار علمیہ کی اشاعت میں کوئی ممکن دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

الواعظ آریہ عیسائی قادیانی اہلحدیث اہل قرآن کے مقابلہ میں اپنی خاص متانت کے ساتھ ہر وقت
احقاق حق کے لیے کمربستہ رہتا ہے ہر ماہ انگریزی کی آخری تاریخوں میں شایع ہوتا ہے قیمت سالانہ عام
خریداران ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ اور بیرون ہند کے خریداروں سے پانچ روپیہ سالانہ
مقرر ہے اور ساعوالیان ملک سے جو کچھ وہ مرحمت فرمائیں۔ حجم ۲ ½ علاوہ ٹائٹل (منیجر الواعظ)

۷۸۶

الواعظ

جلد ۲۲ | بابتہ ماہِ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ماہ شوال ۱۳۶۱ھ | نمبر ۵۴

میہماں گرچہ عزیز است مگر اہم چو نفس
خوش نباشد کہ دروں آید و بیروں نہ رود

(ایڈیٹر)

جب تک کوئی شخص کسی کے یہاں جا کر ٹھہرے نہیں نہ کوئی مہمان کہلاتا ہے نہ ٹھہرانے والا میزبان ہے۔ نہ صرف اسلام بلکہ دیگر مذاہب اور اقوام میں بھی مہمان اور میزبان کے لیے کچھ آداب و قواعد ہیں اسلامی شریعت نے میزبانی کو ممدوح جانا ہے لیکن مہمان ہونے کو اگرچہ صاف طور پر برا نہیں کہا لیکن اگر تامل کی نظر سے آداب میزبانی اور مہمان ہونے کو دیکھا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ مہمان ہونا فعل ممدوح نہیں خصوصاً ایسا مہمان بننا جو ناخواندہ کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی سمجھا گیا ہے کہ جو کچھ گھر میں پکا ہے وہی اُسے کھلا پلا دو تکلف کی ضرورت نہیں۔

میہمان ہونا اور میزبان بننا بالکل ایسا ہے جیسے خیرات لینے اور مانگنے والا اور خیرات دینے والا لینا اور مانگنا قبیح دینا فعل ممدوح ہے۔

پھر مہمان خواہ ناخواندہ ہو یا بلایا ہوا آیا ہے بغیر تفریق بعض حیثیت سے غلام کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے کہ بغیر اذن مالک جس طرح غلام سنتی روزہ نہیں رکھ سکتا مہمان بھی مجاز نہیں۔

یہ کیا کم ذلت ہے کہ اچھا خاصا آدمی کچھ مدت کے لیے اپنے کو کسی کا غلام بنا دے۔ بغیر انتہائی مجبوری کے کون غیرت مند با حیا ایسی بات گوارا کرے گا۔ مگر نہیں جہاں ایسی مجبوری نہیں ہے وہاں بھی لوگ مہمان بننے کو عار نہیں سمجھتے اور باوجود ہر قسم کی خورونوش و قیام کی سہولت کے محض تن آسانی کے لیے میزبان پر اپنے مصارف اور خدمت گذاری کا بوجھ ڈالتے ہیں اس کے مایحتاج میں بلا استحقاق اپنا حصہ لگاتے ہیں۔ خدمت لیتے ہیں اُس کے اوقات عزیز کو اپنی خاطر داری کرا کے اُسے کسب معیشت سے محروم رکھتے ہیں اور موجودہ سامان قوت میں حصہ دار بنتے ہیں جو اس کے اور اس کے واجب النفقہ کے لیے تھا اس کو مردم خوری سے تعبیر کرنا غلط نہ ہوگا۔

بعض باحیا مہمان۔ میزبان کے ماحضر پر اکتفا نہ کر کے فرمائشات سے بھی نہیں چوکتے اور بعضے تو اگر موقع ملا تو اپنے شناسا اور ساتھیوں کو بغیر تکلف میزبان کے دسترخوان پر باصرار مدعو فرماتے ہیں جن سے کوئی تعارف بیچارے میزبان کا نہیں تھا بعض حضرات کھانے کا ایسا وقت بتاتے ہیں جو معمولی اوقات غذا سے بہت دیر سویرے ہوتا ہے بجائے اس کے کہ مہمان تابع میزبان کے مقولہ پر کاربند ہوں الٹے میزبان بعض اس کے اہل پر حکمرانی کرتے ہیں۔ حالانکہ آداب ضیافت میں اول میزبان کا ہاتھ دھونا ہے

جب تک وہ ہاتھ نہ دھوئے کوئی مہمان نہ دھوئے۔ اس کے سوا ہر مہمان پر لازم ہے کہ میزبان سے پہلے سے کھا چکے۔

بعض صاحبان کھانے کے سوا اپنے عادات مثل پان حقہ چائے کافی سوتے وقت نیم گرم دودھ وغیرہ کے پورا کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ اور میزبان پر تقاضے پر تقاضا کرتے رہتے ہیں۔

بعض کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اوڑھنا بچھونا تکیہ بھی لے کے چھوڑتے ہیں۔

ایسے بھی مہمان ہوتے ہیں جو ورود و نزول کے وقت سواری کا کرایہ میزبان سے دلاتے ہیں۔ اودھر اودھر گھومنے پھرنے کے مصارف بھی میزبان سے وصول کرتے ہیں اور بعض بزرگان ملت ایک بھاری رقم واپسی کے لیے طلب کرتے ہیں نہ دیجیے تو مہیا کرنے تک کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اگر اثنا رمہمانداری میں کسی بات میں کسر رہ گئی تو سب کیا دھرا اکارت۔

ایسا بھی تجربہ ہوا ہے کہ ایک غیر مستطیع کے یہاں بہت سے مہمان اکھٹا آجاتے ہیں اس وقت میزبان کی مظلومیت کا نظارہ اور اس کا تردد اور لوازم میزبانی پورا کرنے میں اوس کی دوا دوش کا۔کیا کہنا۔

اس طرح ناخواندہ مہمان بننے کی ایسی قبیح رسم ہم میں جاری اور ساری ہوگئی ہے کہ مہمانی اور نزول مصیبت مترادف الفاظ ہوگئے ہیں۔

بیشک میزبانی کا شرف حاصل ہونا سعادت ہے مگر کب؟ جبکہ مہمان اور میزبان کے آداب قواعد کے دونوں پلے برابر رہیں۔

ایسے مقامات میں جہاں مہماں بنانا ناگزیر ہو جائے۔کیا مضائقہ میزبان کو پوری کوشش کرنا چاہیے کہ اوس کے مہمان کو یہ نہ معلوم ہو کہ اپنے گھر میں ہے یا کسی کے مہمان ہیں اپنے مقدور بھر کسی کو مہمانداری کی تکلیف نہ ہوئے اور میزبان کوئی دقیقہ مہمان نوازی کا فروگذاشت نہ کرے۔

اکرموا الضیف ولو کان کافرا

اپنا ہو یا غیر ہو یگانہ ہو یا بیگانہ غریب ہو یا امیر شریف ہو یا کمینہ وغیرہ وغیرہ سب کی میزبانی اپنے مقدور بھر کرنا طریقہ شرافت و بزرگی و نشان کرامت بلکہ لازمہ انسانیت ہے بحمداللہ کہ ہم میں ابھی تک حقوق میزبانی ادا کرنے والے

بہت باقی ہیں اور نامساعدت زمانہ کے باوجود یہ صفت ممدوح اون میں پائی جاتی ہے خصوصاً قری وندیہات میں۔ میزبانوں سے صرف اتنی گذارش ہے کہ مہمان کے لیے اتنا تکلف نہ کریں کہ آئندہ میزبانی کے لائق نہ رہیں

میرا روئے سخن زیادہ تر مہمان جانے والوں کی طرف ہے۔ تاامکان مہمان بن کر افراد قوم کو زیر بار نہ کریں۔

بد نصیبی سے یہاں مہمان بننے کے حصول حق کے لیے تعارف سابقہ کافی ہے۔

آپ تعارف کس حد کا ہو سن لیجیے

کہ میزبان بیچارہ مہمان کے خسر کی خلیا ساس کے نواسہ کے چچا کے بھانجے کے باپ کی بیوی کے شوہر کے پھوپھا کے نانا کے شوہر کی پھوپھی کے چچا زاد بھائی کے پوتے کی نانی کے داماد کی نواسی کی انا کے ہمسایہ کے دشمن کے دوست کی خالہ کی سالی کے ماموزاد بھائی کے کلاس فیلو کے سفر حج کے رفیق کے قرضخواہ کا ملاقاتی ہے۔ ایسے کو بھاری مہمانداری چاہیے یہ حال تعارف کا ہے جس سے مہمان بننے کا حق حاصل ہے۔

یہاں ایک حکایت تفریح طبع ناظرین کے لیے نگارش ہے مقام رے میں جو مضافات طہران میں ہے ایک بوڑھا عابد رہتا تھا اوس کے پانچ بیٹے تھے سب کتخدا ہو چکے تھے عابد اوس کی بیوی پانچ بیٹے اون کی پانچ بیبیاں سب ملا کر یہ بارہ آدمیوں کا کنبہ ایک ہی گھر میں رہتا تھا۔ کشتکاری ذریعہ معیشت تھی ایک دن دوپہر کے قریب ایک مہمان وارد ہوا۔ خیریت گذری کہ اس وقت تک اوس کے پانچوں بیٹوں کا کھانا کھیتوں پر نہیں بھیجا گیا تھا۔ عابد نے یہ خیال کر کے کہ بارہ آدمیوں کی خوراک میں سے اگر تیرھواں بھی کھائے گا تو کافی ہوگا اور ایک آدمی کا کھانا پکوانا کیا ضرور ہے سب سے پہلے مہمان کا کھانا لایا۔ مہمان نے ذرا دیر میں اوسے کھا لیا اور رہا نگا نوبت یہاں تک پہونچی کہ بارہ آدمیوں کا کھانا سب اکیلا کھا گیا۔ عابد، اوس کی بیوی، پانچوں بیٹوں کی بیویاں، ۷ آدمی نے گھر پر فاقہ کیا اور بیٹوں کو باہر کھانا نہ پہونچا وہ بھوکے مرے۔

شام کو چوبیس آدمیوں کی خوراک کے موافق پکوایا گیا جس نے کفایت کی۔ اب مہمان نہ آج ملتا ہے نہ کل نکلتا ہے۔ خوراک کا ذخیرہ ختم ہونے لگا تب بعض ہمسایو

(باقی مضمون صفحہ ۵ پر ملاحظہ کیجیے)

انسان اوّل

از عالی جناب فخر الواعظین ملک الشعراء مولانا مولوی سید علی محمد صاحب جلال
عرماب ٹیچر چنچل گوڑہ ہائی اسکول حیدرآباد دکن

بنا انسانِ اول جب خدا کی بردہ گھڑی آئی
اسی صنعت میں صانع نے دکھا دی شان یکتائی

نہ جانے کیا نگاہِ لطف نے دلکش ادا دیکھی
"ونفخت فیہ من روحی" کی جو عزت افزائی

مگر یہ نقشِ آخر تھا عیاں شانِ تواضع تھی
اس آئینے میں صورت نقشِ اول کی اتر آئی

عطا کی "علم الاسماء" کی دولت بخشِ الفت یا
ادا محبوب کی دیکھی کرم کی شان دکھلائی

فرشتے کیا سمجھتے رازِ "انی اعلم" کیا تھا
یہ ہیں اسرارِ الفت یہ فقط سمجھیں گے شیدائی

نیازِ عاشقی کو نازِ معشوقی پرکھتا ہے
کہاں الفت کی نظریں وہ کہاں چشمِ تماشائی

کیا اقرارِ نادانی نگاہیں ہو گئیں نیچی
یکایک سب فرشتوں کو صدائے "اسجدوا" آئی

الٰہیہ خلافت کی بچھی ہے مسندِ اول
ادب سے سب فرشتے کر رہے ہیں ناصیہ سائی

یہ رتبہ جسمِ خاکی کا طبیعت پر گراں گزرا
بنا انسان کا دشمن عدوِ عقل و دانائی

بلندی پر پہونچنے سے بلندی مل نہیں سکتی
عمل نے عرشیوں کے بھی یہ بات اسکو نہ سمجھائی

خدائی طاقتوں سے جنگ کی ٹھانی معاذ اللہ
فلک کانپا لرز اٹھے ملک، اور ارض تھرائی

ہدایت جب پہن کر جامۂ انسانیت آئی
مطلع ضلالت شیطنت کے بھیس میں نکلی بہ رعنائی

ادھر عالم پہ کی نور ہدایت نے ضیا باری
ادھر چاروں طرف کفر و ضلالت کی گھٹا چھائی

یہ کوشش اس طرف راہِ صداقت پر چلے دنیا
ادھر عالم کو بہکانے کی شیطاں نے قسم کھائی

ادھر انسان کی معصومیت دھوکے سے ناواقف
اُدھر باطل کا وہ گندم نما انداز گیرائی

ادھر یہ فکر دامن کو بچائیں داغِ عصیاں سے
اُدھر یہ ضد کہ دامن پر لگا دے داغِ رسوائی

ادھر جنت ہوئی تجویز بہر مسکنِ آدم
اُدھر کھٹکی نگاہِ بغض میں یہ عزت افزائی

ادھر شرمندگی ترکِ اولیٰ سے گرے آنسو
اُدھر شیطاں کو اپنی کامیابی پر ہنسی آئی

نگاہِ معرفت نے دشمنِ ایماں کو پہچانا
فضائے دو جہاں پر یکبیک کی خامشی چھائی

اِدھر جنت سے نکلا طالبِ خوشنودیٔ داور
زباں پر نعرۂ اللہ اکبر انت مولائی

اُدھر سے راندۂ درگاہ ابلیسِ لعیں آیا
گلے میں طوقِ لعنت کا اسیرِ دامِ رسوائی

حق و باطل میں آخر چھڑ گئی اک جنگِ طولانی
بنی وسعت زمینوں کی محلِ رزم آرائی

ہوئی توبہ قبول آدمؑ کی پھر رتبہ وہی پایا
شکستِ فاش اس دشمن نے یوں پہلے پہل کھائی

مگر پھر تاک میں رہنے لگا اولادِ آدم کی
وہیں دھوکا دیا جا کر جہاں غفلت ذرا پائی

بنی آدمؑ میں ذوقِ برتری دیکھا تو سینوں میں
عداوت کی بنا ڈالی حسد کی آگ بھڑکائی

کیا قابیل کو ہابیل سے لڑنے پر آمادہ
معاذ اللہ بھائی کا بنا قاتل سگا بھائی

ہدایت پر ہدایت اس طرف آنے لگی پیہم
ادھر بڑھتے گئے تا طورۂ باطل کے شیدائی

یوہیں چوٹیں برابر کی چلا کیں کفر و ایماں میں
ادھر حق کی سلیمانی اُدھر باطل کی دارائی

اُدھر کثرت پہ یہ غرہ ہمارا کیا بنا لیں گے
ادھر طوفانِ نوح آیا غضب کی شان دکھلائی

خلیل اللہ نے نمرودیت کا سر کچل ڈالا
کلیم اللہ نے فرعونیت کی ناؤ ڈبوائی

اُدھر آمادۂ افساد چیرہ دستیٔ باطل
اِدھر روحانیتِ عیسیٰ کی مصروفِ مسیحائی

یہی عالم رہا اس جذر و مدِ بحرِ باطل کا
کبھی ڈوبی یہ کشتی دین کی گاہے ابھر آئی

نہ روکے سے رُکا اس کفرِ عالمگیر کا طوفاں
بتوں کی شکل میں ہر موج بیت اللہ سے ٹکرائی

وہ شانِ قوتِ باطل مگر انجام سے غافل
خدا کے گھر پہ قبضہ کر کے اس دم خم پہ اترائی

خدا والے خدائی حوصلے لیکر چلے آخر
سکوتِ حق تھا اس موقع پہ جبر ننگ و رسوائی

وہ بیت اللہ میں دوشِ نبی پر بت شکن آیا
شکستِ رنگِ باطل کی بنی قدرت تماشائی

گرے اصنامِ کعبہ مظہرِ حق سے یہ کہہ کہہ کر
کہ ہم نے آج تک ایسی کبھی منہ کی نہیں کھائی

ہوا روشن گر عالم خدا کے نور کا جلوہ
ہوئی لیکن بظاہر ظلمتِ باطل کو پسپائی

یہ بت کعبے سے نکلے کعبۂ دل میں چھپے جا کر
یہ سمجھے اب پہونچے گی یہاں تک حق کی بینائی

مگر وہ "کحلِ مازاغ البصر" تھا جسکی آنکھوں میں
انہیں ایماں کے پردے میں ضلالت بھی نظر آئی

بڑا مضبوط تھا یہ مورچہ باطل کی فوجوں کا
بہت دشوار تھی اسکے مقابل رزم آرائی

جہاں قرآن آیا تھا اسی گھر سے بصد صولت
حسینی طاقتیں اٹھیں یکایک لے کے انگڑائی

مدینے سے چلا وہ قافلہ اربابِ عرفاں کا
کہ جسکی صورتوں میں روحِ قرآنی نظر آئی

وہ جس کا قافلہ سالار تھا ابن ابی الہیجا
پئے دادِ شجاعت جسکے گھر میں ذوالفقار آئی

وہ جس کا نفس پاکیزہ تھا اک آئینۂ وحدت
وہ جس کے دامنِ عصمت سے حق نے آبرو پائی

حسین ابن علی وہ جانِ زہرا [illegible] پیغمبر
وہ اپنا گھر لٹانے کو چلا ہے حق کا شیدائی

مطلع

علی کے لال اے دینِ خدا کے علتِ غائی
ترے اقدام سے باطل کے رُخ پر مردنی چھائی

جہاد اس شان سے تو نے کیا حق کی حمایت میں!
خدا والے ہیں اب تک تیری نصرت کے تمنائی

وہ تو نے روح پھونکی پیکرِ بیجانِ ایماں میں
کہ اب کلمہ ترا پڑھتا ہے اعجازِ مسیحائی

زمانے کی زباں پر صبرِ ایوبی کے چرچے ہیں
مگر دنیا کو دی تو نے ہی تعلیمِ شکیبائی

فراتِ کربلا پر وہ ترے عباس کی ہیبت
کہاں موسیٰ نے رودِ نیل پر یہ شان دکھلائی

ترے غم کا غمِ یعقوب اندازہ کرے کیونکر
کہاں یوسف نے اپنی زلفِ رخ نیزوں میں الجھائی

سلیمانی حشم کو کیا خبر تیری جلالت کی!
پئے نصرت وہاں کب عرش سے فوجِ ملک آئی

رہِ حق میں دیا یحییٰ نے سر تیری طرح لیکن
کہاں کانوں میں بچوں کی صدائے العطش آئی

بجھائی تھی خلیل اللہ نے آتش عدو کی
مگر تو نے محبت کی دلوں میں آگ سلگائی

شہادت سے تری عالم میں وہ سیلابِ غم آیا
کہ اک اک موج جس کی نوح کے طوفاں سے ٹکرائی

تری توصیف کیا اجلال سے ہو مختصر یہ ہے
خدا کا تو وہ بندہ ہے خدائی جس کے ہاتھ آئی

بقیہ مضمون صفحہ ۴ ملاحظہ ہو

نے مہمان کے کانوں تک یہ بات پہونچائی کہ اب عابد میں میزبانی کرنے کا دم باقی نہیں رہا تو مہمان نے تہیہ سفر کیا اور چلتے وقت عابد سے کہنے لگے کہ میں شہر موصل جاتا ہوں وہ بڑا شہر ہے اگر کسی چھوٹی موٹی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائش کیجئے کہ واپسی کے وقت لیتا آؤں، عابد نے پوچھا وہاں جانے کا کیا مقصد ہے مہمان نے کہا کچھ نہیں سنا ہے کہ وہاں کوئی طبیب حاذق ہے اور امراض معدہ کا علاج خصوصیت سے کرتا ہے مجھے بھوک بہت کم لگتی ہے دوا کرانے جاتا ہوں کہ بھوک کھل کے لگے۔ عابد نے گھبرا کر کہا کہ بس ایک فرمائش ہے کہ جب خدا آپکو وہاں صحت دے تو واپسی کے وقت بالا بالا اپنے وطن مالوف تشریف لے جائیے گا ادھر سے ہو کر نہ جائیے گا۔

ناخواندہ مہمان ہونے والے حضرات سے نہ معلوم میرے لیے ایسی مضمون نویسی کی کیا جزا ملے گی، سوائے ملامت کے اور کیا توقع کروں۔

جہادِ اسلامی کا نظریہ امن و امان قائم کرنا ہے

اسلامی جہاد کے احکام اور عدل و رحم کا مظاہرہ

از عالی جناب مولانا مولوی حمید حسن صاحب قبلہ
مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

جو کافر مسلمانوں سے لڑنے آئیں یا ان پر حملہ آور ہوں مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے ہوں ان سے بھی لڑنے میں اسلام نے عدل و رحم اور حریت کو ملحوظ رکھا ہے چنانچہ ایسے جہاد کے شرائط شریعتِ اسلام میں حسب ذیل ہیں۔

اول جنگ کی پہل و ابتدا کفار کی طرف سے ہو۔ پہلے کفار کی طرف سے وار ہو تو مسلمان وار کریں یعنی حفاظت خود اختیاری کی بنا پر دفاع کریں مگر جنگ میں سبقت نہ کریں۔

دوم کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اگر کفار اپنے بچاؤ کیلئے عورتوں اور بچوں کو آگے کر دیں۔ تب بھی عورتوں اور بچوں کے قتل سے اجتناب کیا جائے اگرچہ عورتیں اپنے مردوں کی مدد بھی کرتی ہوں۔

سوم اگر کوئی کافر مبارز طلبی کرے اور مقابلہ کے لیے ایک مسلمان کو بلائے تو ایک ہی جائے سب مل کر اس پر حملہ نہ کریں۔

چہارم لڑائی بعد ظہر شروع کی جائے تاکہ جلد ختم ہو اور جلدی شب ہو جائے تاکہ پردہ شب میں صلح پر غور و فکر کا موقع ملے۔

پنجم کافر کا سر کاٹ کر میدان جنگ سے باہر نہ لے جائیں۔

ششم اگر کافر مقتول سردار قبیلہ ہو تو زرہ وغیرہ نہ اتاریں اور اگر مقتول سردار و بزرگ قبیلہ نہ ہو تو زرہ اتار سکتے ہیں لیکن لباس جسم سے نہ اتاریں۔

ہفتم ناک، کان وغیرہ کاٹ کر کافر کو مثلہ نہ کریں۔

ہشتم کفار کی عورتوں کا احترام کریں اور اگر وہ اسیر ہو جائیں تو ان کو ان کے وارثوں کے لاشے کے پاس سے نہ گزاریں۔

نہم کفار سے جنگ ماہ رجب و ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم الحرام میں

نہ کی جائے۔

دہم کوئی کافر دھوکے اور غدر سے نہ قتل کیا جائے۔

یازدہم کوئی کافر بیاسا رکھ کر نہ مارا جائے اور نہ ان پر شب میں شب خون کیا جائے نہ زہر وغیرہ سے مارا جائے۔

یہ جہاد اسلامی کے اصول و احکام ہیں جن کے ہر حکم سے مروت و انسانیت و رحم و عدل و شرافت کی بو آرہی ہے دنیا کا کوئی مذہب ان اصولوں کا پابند نہیں۔ ان احکام کے ہوتے ہوئے کوئی زبان پر یہ الفاظ لاسکتا ہے کہ بانی اسلام نے حریت انسانی کو سلب کیا ظلم و تشدد سے کافروں کو مسلمان بنایا۔ ہرگز نہیں۔ لا اکراہ فی الدین پر عمل رہا۔

ان رحم و عدل پر مبنی احکام میں یہ کہیں نہیں ہے کہ دشمنوں کے شہر خواہ مخواہ پھونک دیے جائیں اور لنکا کی طرح آگ سے فنا کردیا جائے۔ ان کے عبادت خانوں کو منہدم کردیا جائے۔ اسلام نے یہ حکم نہیں دیا کہ کفار کے عبادت خانوں کو برباد کردو بلکہ ان کی حفاظت کا حکم دیا ہے خانہ کعبہ بت خانہ ہی بنا ہوا تھا مگر چونکہ در اصل عبادت خانہ تھا اس کو بعد فتح مسلمانوں نے منہدم نہیں کیا۔ ہاں بت بے شک الوہیت کے ابطال کی غرض سے توڑے۔

اسیروں کے احکام!

صرف وہ لوگ اسیر کیے جاسکتے ہیں جو میدان جنگ میں موجود ہوں۔ وہ عورتیں اسیر کی جاسکتی ہیں جو میدان جنگ میں ہوں اور جنگ میں شریک ہوں یعنی مردوں کو گیت گاکر غیرت دلاتی اور مرنے و مارنے پر آمادہ کرتی ہوں جو بچے و عورتیں میدان جنگ میں اسیر ہوں ان کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کرنا لازم ہے عام دنیا کے قیدیوں کی طرح نہ ان کو کوئی تکلیف دی جائے گی۔ کھلانے پلانے و لباس میں کوئی تنگی نہ ہونا چاہیے۔ نہایت رحم و شفقت کے ساتھ ان کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے گویا ان لاوارثوں کو اسلام اپنے آغوش تربیت میں لے کر اپنے حقوق میں شریک کرلیتا ہے۔

رسول اللہ صلعم کے زمانے میں جنگی واقعات پر نظر رکھنے والے خوب واقف ہیں کہ اس زمانے میں ایسے قیدیوں کے ساتھ رسول خود کتنی شفقت سے پیش آتے تھے ایسے قیدی محض احسان رکھ کر چھوڑ دیے جاتے تھے یا کچھ معاوضہ (فدیہ) لے کر چھوڑ دیے جاتے تھے یا لونڈی غلام یعنی جو لاوارث ہوتے ان کو اسلام اپنے آغوش تربیت میں لیتا۔ اگر بعد اسیر

ہونے کے وہ اسلام لے آئیں تب بھی ان پر احکام ثلثہ یعنی رہائی احسان لکھ کر یا فدیہ یا غلامی کا حکم جاری ہوتا اور اس اسلام لانے کی وجہ سے ان احکام سے بری نہ ہوں گے یہ بھی ایک آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ اسلام جبر سے کسی کو مسلمان نہیں کرنا چاہتا۔ یہ سزا کفار کو ان کے افعال و جنگ و جدال کی بنا پر ہے نہ کفر کی بنا پر اگر کفر کی بنا پر ہوتی تو مسلمان ہونے پر ان کو معاف کر دیا جاتا۔ مجرم کو سزا دینا ظلم نہیں ہے بلکہ عدالت برتا ہے اگر مجرم کو سزا دینا ظلم ہوتا تو قاضی و مجسٹریٹ جو رات دن سزائیں دیتے ہیں اور قید کرتے ہیں یا سولی چڑھاتے ہیں سب ظلم ہوتا۔ حالانکہ اس کو عدالت کہا جاتا ہے اور صاحبان عقل اس کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔

ہرگز اسلام کسی کو جبر یہ مسلمان بنانا نہیں چاہتا بلکہ بہ جبر کلمہ پڑھے وہ اسلامی نظر میں سچا مسلمان ہی نہیں ہوتا مسلمان وہی ہے جو اسلام کی حقانیت و صداقت کو تسلیم کر کے اسلام لائے اور کلمہ پڑھے۔

امامیہ یتیم خانہ، ہملٹن روڈ، دہلی !!

زیر سرپرستی علمائے کرام و زیر انصرام شیعۃ الصغار کونسل شیعہ کانفرنس صوبہ دہلی امامیہ یتیم خانہ عرصہ نو سال سے صوبہ دہلی میں جو کہ تمام ہندوستان کا مرکز ہے جاری ہے۔ اس میں قوم کے یتیم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہو کر زیر نگرانی عالم دین مثل اولاد کے پرورش پا رہے ہیں اور دینی و دنیوی تعلیم و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں، آپ سے استدعا ہے کہ براہ مہربانی ماہواری مستقل چندہ ممبری، فطرہ اور قربانی کی کھالوں کے علاوہ خمس و زکوٰۃ، نذر و نیاز امام ضامن، منت مراد وغیرہ کی رقومات امامیہ یتیم خانہ دہلی میں ارسال کریں اور اپنے احباب کو بھی اسکی ترغیب دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

۲۔ امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی میں پنجاب سے دو غیر سادات ایتام کی ضرورت ہے۔ جملہ درخواست ہائے بنام آنریری جنرل سکریٹری امامیہ یتیم خانہ آنی چاہییں۔

خادم ایتام

آغا نثار احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر آنریری جنرل سکریٹری امامیہ یتیم خانہ دہلی

عید کا چاند

از عالی جناب مولانا مولوی مرزا یوسف حسین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین

رویت کے لیے عید الفطر کی رات یہ انتظار و اضطراب جو اس وقت کے سوا نہیں ہوتا۔ اور چاند نہ دیکھ سکنے کی حالت میں یہ اندوہ و غم جو بال کٹیر لٹ جانے پر بھی نہیں ہوتا آخر کیوں اور کس لیے ہے کیا یہ بے چینی و پیچ و تاب اس لیے ہے۔ کہ مسلمان ۲۹ دن روزے رکھتے رکھتے اب روزوں سے تنگ آ گئے؟ کیا اب وہ روزے نہیں رکھنا چاہتے؟ کیا ان کی دلی تمنا یہ ہے۔ کہ انھیں کسی طرح روزوں کی قید سے آزادی مل جائے اور انھیں پھر دن کے کسی وقت آزادی کے ساتھ کھانے پینے کا حق دیدیا جائے۔ ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں وہ مسلمان جو دل اور شوق سے خدا کی عبادت کرنے کے عادی ہیں۔ وہ مسلمان جن کو معلوم ہے۔ کہ روزہ فروعِ دین میں سے ایک اہم فرع ہونے کے علاوہ مسلمانوں کی بہبودی اور ترقی کا حامل ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کو ہزاروں ایسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جو روزے کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ وہ مسلمان جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ عبادتِ اسلام میں سے روزہ ہی وہ عبادت ہے جو انسان کے دل میں رحم اور درد اور انصاف پیدا کرتا ہے، روزہ وہ عمل ہے جس سے اربابِ دولت کو جو فاقے کے نام سے واقف نہیں، فاقے کا مزہ اور اس سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی فاقہ مست کا فاقہ اور پریشانی دیکھ کر اسے درد ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال آ سکتا ہے کہ اسے وہی تکلیف ہو گی جو روزے کے ایام میں مجھے تکلیف تھی۔ روزہ ہی وہ مقدس عمل ہے جو شاہ و گدا کو ایک صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ یعنی جب روزہ نہ تھا۔ تو شاہوں کے دسترخوان پر ہزارہا قسم کی نعمتیں چنی ہوئی تھیں۔ اور گدا خالی پیٹ رات گذار رہے تھے۔ لیکن جب سے ہلالِ ماہِ صیام نظر آیا۔ اس وقت سے ہلالِ عید تک دن کے وقت نہ شاہوں کے مطبخ سے دھواں نکل سکتا ہے، نہ محتاجوں کے گھروں اور جھونپڑوں سے روزہ وہ عمل ہے۔ جو انسان میں سپاہیانہ جذبات پیدا کرتا ہے۔ سپاہی کے فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ یہ بھی ہے کہ انسان میدانِ جنگ میں بھوک اور پیاس پر زیادہ سے زیادہ دیر تک صبر کر سکے۔ اسلام

نے تیس دن کے روزوں کا حکم دے کر یہ سبق تو ایسا سکھایا کہ دنیا کی کوئی قوم اس طرح نہ سکھا سکی یہی وجہ ہے کہ آج میدانِ جنگ میں راشن اور سامانِ خورد و نوش کم یا نہ پہونچ سکنے کے باوجود جتنی مدت تک مسلمان صبر کرکے جنگ کر سکتے ہیں۔ اتنا صبر کوئی نہیں کر سکتا:

روزہ وہ عمل ہے۔ جو انسان کو کثافت سے دور لطافت سے نزدیک مادیت سے دور روحانیت سے نزدیک کرکے خدائے بے نیاز کی بارگاہ سے قریب تر کر سکتا ہے۔ اور انسان میں علائق و زخارفِ دنیا سے بے نیازی اور بے پرواہی پیدا کرکے جذبۂ توکل پر گامزن کر سکتا ہے۔

روزہ وہ عمل ہے، جو دن اور رات کی دونوں حدوں کو نمایاں طور پر ہر مسلمان کو سمجھا دیتا ہے۔ اس لیے کہ اسی ابتدا پر کھانے اور نہ کھانے کا حکم موقوف ہے۔ روزہ وہ عمل ہے۔ جو اوقات مقرر کرکے وقت کی قدر اور وقت کی پابندی سکھاتا ہے۔ خاص کر طلوع و غروب کے وقت روزہ دار ایک منٹ کو بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ مبارک مہینہ جو خدا کی ہزارہا نعمتوں لاکھوں احسانوں کروڑوں تعلیموں سے لبریز ہو۔ کون سا مسلمان یہ تمنا کر سکتا ہے، کہ یہ ماہ جلد ختم ہو جائے، اور عید جلد آ جائے، لہذا یہ خیال تو ہو ہی نہیں سکتا، کہ عید کا چاند اس قدر شوق سے دیکھنے کا سبب یہ ہے، کہ روزے کی قید سے جلد آزاد ہو جائیں۔ اور کھانے پینے کی آزادی مل جائے، ہاں یہ غور کرنا ضروری ہے کہ پھر عید کے چاند کے لیے اس قدر اضطراب و انتظار کیوں ہوتا ہے، بات یہ ہے کہ اسلام نے واجبات کے لیے اوقات ضرور مقرر کئے ہیں، تاکہ ہر واجب اپنے وقت کے اندر ادا کیا جائے؛ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا، کہ کسی واجب کا وقت مقرر کرکے اُسکے فوراً ہی بعد اُس واجب کو اُتنا ہی حرام کر دیا گیا ہو، جتنا وہ اس سے پہلے واجب تھا، مثلاً نمازِ صبح کے ادا کا وقت طلوعِ آفتاب تک مقرر ہے، اگر آفتاب طالع ہو جائے تو نمازِ صبح کا وقت نہیں رہا، اگر کوئی شخص طلوع کے بعد نماز پڑھے، تو بہت سے بہت ادا نہ ہوگی، مگر پڑھنا حرام نہیں ہے۔ خاص کر اگر نمازی قضا کی نیت سے پڑھ لے تو یقیناً جرم بھی نہیں اور نماز کا قرضہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔ مگر ماہ رمضان کے روزوں کے ساتھ ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے، کہ عید کا چاند دیکھنے کے بعد یعنی یکم شوال عید کا دن ہے، اور اس دن روزہ نہ رکھنا اسی طرح واجب ہے؛ جیسے اس سے قبل روزہ رکھنا واجب تھا، اگر کوئی شخص روزہ رکھ لے تو اسی طرح مجرم ہوگا؛ جیسے رمضان مبارک میں روزہ نہ رکھ کر مجرم ہے، کہ اگر شبِ عید کو کسی عارض کی وجہ سے یعنی ابر وغیرہ کے باعث چاند نظر نہ آئے

اور دوسرے مقامات سے بھی رات کو کوئی اطلاع نہ پہونچ سکے تو اُن کو برابر اس کی تحقیق کرتے رہنا ضروری ہے بلکہ اُن مقامات سے جہاں کا اُفق ایک ہی ہے، اطلاعات اور شہادتیں حاصل کرنے کی ضرورت ہے، جس وقت بھی ایک افق کے اندر چاند نظر آنے کے دو عادل گواہ گزر جائیں، یا اہل حق میں رویت ہونے کی شہرت ہو جائے، اور ان وجوہ سے طے ہو جائے، کہ رویت ہو گئی، اس وقت روزہ توڑ دینا اور عید منانا ضروری اور واجب ہے، اگر اس علم سے پہلے روزہ توڑ ڈالتا، تو ایک روزہ بطورِ قضا اور ساٹھ روزے بطور کفارہ واجب ہو جاتے۔ لیکن اب بجائے قضا و کفارہ کے روزہ توڑ ڈالنا واجب ہے، اگر نہ توڑے تو سخت مجرم اور خطاکار ہوگا اگر قبل زوال رویت کی تحقیق ہو جائے، تب تو روزہ توڑ کر نماز عید پڑھی جا سکتی ہے لیکن اگر بعد زوال رویت کی خبر پہونچے۔ تو اب نماز عید کا وقت ہی نہیں رہا، اس کے باوجود بھی یہ امکان نہیں رہتا، کہ آج کے بجائے کل عید منائیں گے، بلکہ اگر غروب میں ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم باقی ہو، اور علم ہو جائے کہ رویت ہو گئی، تو اسی وقت روزہ توڑ دینا واجب ہے، تاکہ یہ سمجھ میں آ جائے، کہ اس دن کو روزِ عید تسلیم کر لیا گیا؛ اور روزہ دار نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیدیا، اب تو معلوم ہو گیا کہ رویت ہلال کے لیے یہ سب بے قراری اور بے چینی کسی بدنیتی سے نہ تھی بلکہ صرف اس لیے تھی، کہ اگر مکمل تحقیق کر کے عمل نہ کیا جائے گا، تو ہر حال میں گناہگار ہو جانے کا خطرہ ہے، اگر رویت دراصل ہو گئی ہے، اور ہم تحقیق نہ کر کے روزے سے رہے، تو گناہگار رہیں۔ اور اگر رویت نہیں ہوئی، اور ناقابل وثوق خبر یا خیال پر اعتبار کر کے روزہ نہ رکھا یا توڑ ڈالا، تو سخت گناہگار رہا، لہٰذا وہ مسلمان جو ۲۹ دن تک نہایت احتیاط سے روزے رکھ کر جرم اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے رہے، وہ عید کا چاند دیکھنے کے لیے سب سے زیادہ اس لیے کوشش کرتے ہیں۔ کہ کہیں ۲۹ روزے رکھنے کے بعد ہی ۱۶ روزوں اور جرم کے ذمہ دار نہ قرار پا جائیں۔ اس لیے کہ عید کا چاند قدرت کی جانب سے ماہِ صیام اور عید الفطر کی میزان (ترازو) ہے۔ اس پر تول کر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ کل رمضان المبارک ہے یا عید الفطر ہے، کل روزہ رکھنا واجب ہوگا یا حرام لطف یہ ہے، کہ جس قدرت نے ماہ رمضان کے دن بنائے ہیں، وہی عید کے دن کا بنانے والا ہے، بظاہر موسم اور فصل کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق بھی نہیں ہے۔ خاص کر ۲۹ رمضان اور یکم شوال کے درمیان ایک رات حائل ہے، لہٰذا ان میں کیا فاصلہ ہو سکتا ہے، اس کے باوجود ۲۹ رمضان تک جس طرح روزہ رکھنا واجب ہے، اسی طرح عید الفطر

کے دن حرام ہے، یہ کیوں، صرف اسلیے کہ خدا نہ ہمارے روزے کا محتاج ہے، نہ وہ صرف ہماری اطاعت اور تابعداری دیکھنا چاہتا ہے، وہ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے، کہ جب میں روزے رکھنے کا حکم دوں، تو روزہ رکھا جائے، اور جب نہ رکھنے کا حکم دوں، تو نہ رکھا جائے، یوں تو اس نے بہت سے کاموں کے کرنے اور بہت سے کاموں کے نہ کرنے کا حکم مختلف اوقات میں مرحمت فرمایا ہے، مگر آج وہ یہ چاہتا ہے، کہ صرف ایک شب کے فاصلے سے کبھی روزہ رکھنے کا حکم دوں اور کبھی نہ رکھنے کا اور ہر حالت میں بندہ میرا تابعدار رہے، یہی وجہ ہے، کہ عید کے چاند کو دنیا میں اس قدر شہرت حاصل ہے۔

قومی ہمدردی کی مثال

مولانا انصار حسین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین نے عالی جناب سرکار راجہ صاحب بہادر بالقابہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین کی اپیل جناب سید یاور حسین صاحب رئیس قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی کی خدمت میں پیش کی فوراً موصوف نے ممدوح الصدر کی اپیل سے متاثر ہوکر الواعظ کی خریداری منظور فرمائی خداوند عالم آپ کو جزائے خیر دے اور اور مومنین کے لیے آپ کا یہ فعل وجہ ترغیب و تحریص ہو۔

(سید حسن المکال منیجر الواعظ)

مسجد کوفہ میں قطامہ کا خیمہ

امیر شام کے چہرے پر مسرت کی لہریں

قتل حضرت علیؑ کی سازش میں حکومت کا ہاتھ

(از عالی جناب کمال صاحب عظیم آبادی)

کس کو خبر تھی کہ اسلام کا وہ جنگ آزما، بہادر، سورما جس نے بچپن ہی سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا شروع کر دیا تھا، جس کی تربیت تلواروں کی چھاؤں میں اور جس کا نشو ونما خون ریز تیروں کے سایے میں ہوا تھا ایک بزدل عرب کے ہاتھوں حالتِ نماز میں قتل ہو جائے گا، اور وہ رن سور جس نے کسی لڑائی میں قدم پیچھے نہ ہٹایا ہو "میدان جنگ میں جامِ شہادت نوش کرنے کے بجائے "خانۂ خدا" کے اندر خاک و خون میں آغشتہ دکھلائی دیگا۔

لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ سازش مکمل ہو چکی تھی، تھیلیوں کے منھ کھول دیے گئے تھے، زر و جواہر کے امید افزا وعدے حریص و آز کی آتش برافروختہ کو ہوا دے رہے تھے، خون آشام تلوار زہر میں بجھائی جا رہی تھی اور "خوبصورت ناگن" "قطامہ" کا خیمہ اعتکاف کے حیلے سے صحن مسجد میں نصب ہو چکا تھا تاکہ قاتل اپنے مقتول کو آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں لوٹتا دیکھے۔

حضرتِ علی کی مختصر زندگی!!

آج دنیا کو شکوہ ہے کہ آپ کی ساعت زندگی بہت مختصر رہی اور جتنے دنوں آپ کی شمع حیات کو روشن رہنا چاہیے تھا اس سے پہلے ہی گل کر دی گئی، لیکن ہم سے پوچھو تو بتائیں کہ حضرت علی کی اتنی مختصر زندگی بھی ماحول اور واقعات کے لحاظ سے کتنی بڑی اور طویل زندگی تھی۔

یہ نہ دیکھو کہ وہ کتنے دنوں زندہ رہے بلکہ یہ کہ کن حالات میں زندگی بسر کی، جنگجو عرب کے بیشتر قبائل جس کے دشمن، حکومتِ وقت جس کی مخالف، اربابِ ملک جس کے خون کے پیاسے اور نہ جانے کتنے لوگوں کی اکثریت جس کے درپۓ قتل ہو اس کو ایک منٹ بھی زندہ رہنے کا حق نہیں اور وہ دنیا میں کبھی اپنی زندگی کے خطرے سے بے خوف ہو کر اطمینان کا سانس نہیں لے سکتا۔

حضرت علی اگر ان واقعات کے بعد تھوڑے دنوں زندہ رہے تو بہت دنوں زندہ رہے

آپ اپنی انھیں مجبوریوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے "خطبہ شقشقیہ" میں ارشاد فرماتے ہیں "فصبرت و فی العین قذی و فی الحلق شجیٰ" میری مثال اس شخص کی سی تھی جس کے گلے میں ہڈی اٹک گئی ہو یا جس کی آنکھ میں خس و خاشاک پڑ گیا ہو" (نہج البلاغہ)

اس لحاظ سے خیبر شکن کی شہادت کوئی زیادہ اہم اور حیرتناک بات نہ تھی لیکن جو چیز بہت ہی قابل توجہ اور افسوسناک ہے وہ "عنوانِ قتل" اور اس کا انکشاف کہ صرف ایک کمزور لاغر مزدور کی شمع حیات گل کر دینے کے لیے کتنے جوڑ توڑ چل رہے تھے۔

حضرت علی کا قاتل کون تھا؟

عام پبلک تو آج یہی جانتی ہے کہ حضرت علی کا قاتل "ابن ملجم" ہی ہے اور کوئی نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سازش میں بڑے بڑے ہاتھ کام کر رہے تھے اور اس خونیں ڈرامہ کے کھیلنے میں سب سے بڑا پارٹ حاکم شام نے لیا انسانی دنیا کا بدترین مجرم "ابن ملجم" اپنی تلوار کی تعریف میں کہتا ہے:-

واللہ ان سیفی اشتریتہ بالف وسممتہ بالف ولو کانت ھذہ الضربۃ باھل مصر ما بقی منھم احد (تاریخ کامل)

خدا کی قسم میں نے اپنی تلوار کو ایک ہزار میں خرید اور ایک ہزار زہر آلود کرنے میں صرف کیے، اگر یہ ضربت تمام شہر پر پڑتی تو ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ابن ملجم جیسا نادار و غریب جس کی خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام خبر گیری و کفالت کرتے رہتے تھے ایک تلوار کی خریداری

رسم آمیزی پر دو ہزار خود نہیں صرف کر سکتا تھا بلکہ اس کی آڑ میں کوئی زبردست طاقت چھپی ہوئی تھی یا دوسری لفظوں میں حکومت وقت کا قہرمانی پنجہ کام کر رہا تھا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ایک معمولی حیثیت کا غریب عرب ایک ہزار کی تلوار خریدتا ہے اور ایک ہزار اس کے زہر میں بجھانے پر صرف کرتا ہے اور جب حضرت علی کی شہادت ہو چکتی ہے تو امیر شام کے خوش چہرہ پر والہانہ مسرت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور خبر شہادت سن کر نعرہ تکبیر زبان سے بلند ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اب تمام ممالک اسلامیہ کا "بے شرکت غیرے" مالک و مختار ہے۔

چنانچہ یہی ہوا ہے کہ جب عمر ابن عاص نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خبر شہادت دربار میں بیان کی تو "معاویہ نے یہ شعر پڑھا ہے ؎

قل للارانب تربع حیثا سلکت
وللظباء بلا خوف ولا حذر

(مناقب آل ابیطالب)

مراد یہ تھی کہ شیر دنیا سے چلا گیا اب لومڑیوں سے کہدو کہ جس طرح چاہیں بسر کریں ہرنیوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ان کھلی ہوئی شہادتوں کے بعد بھی کیا زمانہ نہیں سمجھ سکتا کہ اسلام کے سب سے بڑے محسن حضرت علی کا خون ناحق کس کی گردن پر ہے اور تخت و تاج کی تمنا نے دنیا و آخرت میں کس کو روسیاہ کیا۔

مبلغ دس روپیہ سالانہ عـــہ

عالیجناب فخر قوم نواب حیدر علی خاں صاحب بالقابہ محلہ سلطانپورہ حیدرآباد دکن الواعظ کے قدیم خریدار ہیں۔ آپ نے الواعظ کو علاوہ اوس کے چندۂ سالانہ کے مزید دس روپیہ بطور اعانت عطا کئے ہیں اور وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس مزید رقم سے الواعظ کی سالانہ اعانت کرتا رہونگا ادارۂ الواعظ آپکے اس عطیۂ خاص کا شکرگذار ہے۔

سید حسن اکمال منیجر الواعظ

جاورہ میں کالے سانپ کا جنگل

کیونکر

مطلع الانوار بنا

از عالی جناب مولانا فیاض حسین صاحب واعظ
مبارکپوری ازلال پور کاٹھیا واڑ

رتلام کے قریب جاورہ ایک مسلم سنی ریاست ہے دو چار سال قبل یہاں شیعہ کا ایک گھر بھی نہ تھا اس وقت البتہ دو ایک نظر آتے ہیں جاورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر حسینی ٹیکری بہت مشہور زیارت ہے دو ڈھائی سو زوار ہندو مسلم ہر وقت موجود رہتے ہیں جس مقام پر حسینی ٹیکری واقع ہے اس کو پہلے کالے سانپ کا جنگل کہتے تھے میں بھی ۱۴ رجب لغایت ۳ شعبان سنہ ۶۱ھ وہاں مقیم رہا اس عرصہ میں حسینی ٹیکری کے جو حالات مجھے معلوم ہوسکے ناظرین الواعظ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حسینی ٹیکری کی ابتدا

سنہ ۱۳۰۲ھ میں محرم کی ۸ تاریخ کو رام لیلا کا جلوس اس راستے سے نکلنے والا تھا جس میں تعزیے رکھے ہوئے تھے تعزیہ داروں نے جلوس روکنے کی پرزور کوشش کی مگر ناکام رہے جاورہ کے نواب نے وہ جلوس اسی راستہ سے نکلوا دیا جلوس نکلنے کے بعد تعزیہ داروں نے طے کیا کہ تعزیے آج ہی دفن کر دیے جائیں جلوس نکلنے سے تعزیہ کی توہین ہوئی امام ضرور ناخوش ہوئے ہوں گے چنانچہ

ان لوگوں نے تعزیے ندی کے پاس لاکر دفن کر دیے اور شہر میں آکر یا حسین مدد کے نعرے لگانے لگے شب کو نواب نے خواب میں ایک سوار نقاب پوش کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی گئی جلوس نہ نکلنے سے مسلمانوں کی توہین ہوئی اگر عاشور کو تعزیے نہ اٹھے تو مجھے بہت رنج ہوگا صبح کو اٹھتے ہی نواب نے تعزیہ داروں کو بلایا اور کہا تعزیے عاشور کو ضرور اٹھائے جائیں تعزیے داروں نے کہا تعزیے دفن کر دیے گئے اور دوسرے کافی عرصہ میں تیار ہوں گے ایک روز میں کسی طرح نہیں بن سکتے نواب نے بہت اصرار کیا اور روپیہ وغیرہ دیکر واپس کیا تعزیے داروں نے اپنے مقام پر آکر یہ طے کیا کہ جو تعزیے دفن کیے گئے ہیں وہ واپس لائے جائیں اور وہی درست کر کے عاشور کو اٹھائے جائیں چنانچہ وہ لوگ گئے اور دفن شدہ تعزیے واپس لائے اور نصف شب تک اس کے بنانے میں لگے رہے پھر باقی کام صبح پر چھوڑ کر گھر جا کر سو رہے صبح کو جب امام باڑے میں آئے تو دیکھا تمام تعزیے بنے بنائے رکھے ہیں معلوم ہوتا ہے دفن ہی نہیں کیے گئے تھے۔

جنگل میں تعزیے

حسین ٹیکری سے قریب کے گاؤں کی ہیرا نامی عورت اپنے لڑکے کو لیکر ۹ محرم کو محل میں آئی اور سکریٹری سے کہا مجھے نواب صاحب سے کچھ کہنا ہے وہ اسے اندر لایا ہیرا عورت نے نواب سے بیان کیا کہ میں آج رات کو ۴ بجے بعد گاؤں سے باہر اپنی ضرورت سے نکلی تو دیکھا کہ کالے سانپ کے جنگل میں ایک ٹیکری پر روشنی ہو رہی ہے اور تعزیے رکھے ہوئے ہیں اور بہت سے لوگ نقاب پوش برچھیاں لیے چکر لگا رہے ہیں یہ دیکھ کر میں گھر گئی اور لڑکے کو جگایا اس نے بھی آکر دیکھا پھر لڑکے نے گاؤں میں جا کر خبر کی گاؤں کے لوگوں نے بھی آکر دیکھا پھر ہم اس ٹیکری کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ وہ تعزیے دوسرے مقام پر جا رہے ہیں ہم بھی اس طرف گئے تو دیکھا کہ ایک شخص علم لیے ایک درخت کے پاس آیا اور علم زمین میں گاڑ کر وہیں وضو کر کے نماز پڑھی حالانکہ کل میں اسی مقام سے

سے گذری تھی تو وہاں بالکل پانی نہ تھا پھر وہ تعزیے وغیرہ غائب ہو گئے

نواب ٹیکری پر

نواب اپنے علمداروں اور ہیرا عورت کے ساتھ اس ٹیکری پر آئے جہاں تعزیے دیکھے گئے تھے وہاں پہونچتے ہی عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی نواب نے وہاں کے ہر مقام کی مٹی سونگھی جہاں تعزیے رکھے ہوئے دیکھے گئے تھے وہاں کی مٹی سے عنبر کی خوشبو آتی تھی اور دوسرے مقام کی مٹی میں بالکل خوشبو نہ تھی نواب نے حکم دیا ان مقامات پر جہاں خوشبو آتی ہے نشان لگایا جائے اس کے بعد نواب ہیرا عورت کو لیکر اس مقام پر گئے جہاں علمدار نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی وہاں پہونچکر دیکھا کہ پانی کا چشمہ موجود ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں پر پانی کا چشمہ نہیں دیکھا گیا نواب نے حکم دیا یہاں کنواں بنوایا جائے اور جہاں علمدار نے نماز پڑھی ہے نشان لگایا جائے۔

گھوڑے کی ٹاپ

اس کے بعد لوگ کھیتوں میں اور جنگلوں میں چکر لگانے لگے کہ شاید کوئی متبرک چیز اور دستیاب ہو چنانچہ چشمہ سے کچھ دور زمین پر گھوڑے کی ایک ٹاپ نظر آئی جو اتنی بڑی تھی کہ کسی طرح موجودہ گھوڑوں کی نہیں ہو سکتی تھی وہاں بھی نشان لگایا گیا۔

بے ادبی کی سزا

ان واقعات کی خبر دو چار روز کے عرصہ میں دور دور تک پہونچ گئی ہر طرف سے لوگ جا درہ آنے لگے ایک عرب بھی حیدرآباد کی طرف سے آیا اور جوتا پہن کر حسینی ٹیکری پر چڑھنے لگا لوگوں نے منع کیا مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا اور کہنے لگا کہ امام حسینؑ تو کربلا میں شہید ہو گئے یہاں کیا رکھا ہے اس کے بعد وہ چشمہ کی طرف چلا راستہ میں دفعتہً بیہوش ہو کر گر پڑا زبان بند ہو گئی حالت

بہت خراب ہوگئی لوگ اسے شہر میں لائے مگر اچھا نہ ہوا پھر ٹیکری پر لائے اور وہاں کی مٹی اس کے جسم پر ڈالی جس سے وہ اچھا ہوا لوگوں نے اس سے بیہوشی کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا جب میں چشمہ کی طرف چلا تو راستہ میں ایک سوار چابک لیے ہوئے نظر پڑا پھر اس نے یہ کہتے ہوئے کہ تم نے کیوں ہمارے ساتھ گستاخی کی چابک مار دیا اس کے بعد مجھے کچھ خبر نہیں۔

روضہ وغیرہ کی تعمیر

سیٹھ اسمٰعیل محمد مرحوم کو ان واقعات کے کچھ عرصہ بعد خواب میں بشارت ہوئی وہ جاورہ پہونچے اور حسینی ٹیکری پر نہایت عالی شان خوشنما روضہ تعمیر کرایا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور زواروں کے لیے ایک سرائے تعمیر کرائی ان کا وہیں انتقال ہوگیا صحن روضہ میں دفن کرنے کی وصیت کی مگر ریاست سے اجازت نہیں ملی۔

روضہ کے باہر دیوار سے متصل دفن کیے گئے شب کو نواب نے خواب دیکھا جس کی بنا پر حکم دیا کہ دیوار توڑ کر قبر اندر لے لی جائے اب قبر روضہ کے صحن میں ہے اس کے بعد سے روز بروز تعمیر کا سلسلہ جاری رہا روضہ کے مغرب جانب ایک عالی شان مسجد بنی ہے اور روضہ اور مسجد کے پہلو میں ایک خوشنما باغ لگا ہے باغ سے قریب پاور ہاؤس ہے اسمٰعیل سرائے کے علاوہ نواب سرائے جعفر سرائے حبیب سرائے وغیرہ بھی ہے جس میں ریڈیو بھی لگا ہے غربا کیلیے علٰحدہ ایک مسافر خانہ ہے پانچ روپیہ سے بیس روپیہ ماہوار تک کے روم سرائے میں کرایہ پر ملتے ہیں پانی کے چشمہ کے پاس حضرت عباسؑ کا خوشنما روضہ بنا ہے اور روضہ کے پہلو میں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہے یہیں ہیرا عورت نے علمدار کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا گھوڑے کی ٹاپ اور چابک کے نشان پر بھی عمارت بنی ہے۔

حسینی ٹیکری پر بجلی ہر جگہ لگی ہوئی ہے۔ شب کو روشنی سے تمام ٹیکری جگمگاتی ہے صرف حضرت عباسؑ

سے روضہ میں بجلی نہیں ہے اور نہ شب کو وہاں چراغ ہی جلایا جاتا جو لوگ شمع وغیرہ جلانا چاہتے ہیں وہ دن ہی کو جلا دیتے ہیں نماز مغرب کے بعد اس طرف کوئی جاتا بھی نہیں وہاں کا مجاور غروب آفتاب سے قبل ہی روضہ بند کرکے چلا آتا ہے۔

معجزات کی زیارت

معجزات وہاں بکثرت ہوتے رہتے ہیں زوار امام حسینؑ کے روضہ کے سامنے سرِ شام ہی سے موجود رہتے ہیں جاورہ میں لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ چھوٹے روضہ سے ایک نور بلند ہوا پھر اس سے پانچ پھر بارہ پھر چودہ نور بن گئے لال پوریں ابھی چند روز ہوئے میرے دوست غلام حسین بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ کچھ روز پہلے جاورہ میں بھی گیا تھا ایک روز دیکھا کہ چھوٹے روضہ سے کچھ دور پر ایک روشنی ہوئی مگر میرے دل کو تسکین نہیں ہوئی میرے پاس ہی دو آدمی اور کھڑے تھے وہ بھی انگریزی میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ روشنی یقینی نہیں ہے اس کے بعد چشمے سے ایک نور ظاہر ہوا جس نے وہاں کے درختوں کو منور کر دیا پھر بھی ان دونوں زواروں نے یہی کہا کہ یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہے اس کے بعد میں آکر سو رہا دوسرے روز جب میں وطن آنے لگا تو منشی معائنہ بک لیکر آیا میں نے دیکھا کہ اس میں انگریزی میں اسی روز کی ایک تحریر لکھی ہوئی ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ تحریر انھیں دونوں زواروں کی ہے جو شب کو میرے پاس کھڑے تھے تحریر میں لکھا تھا کہ بیشک جاورہ میں ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہیں ہم نے شب کو کئی دفعہ روشنی دیکھی مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا اس دو بجے شب کو جو چیز نظر آئی اس نے البتہ ہم کو متحیر بنا دیا چھوٹے روضہ سے ایک نور بلند ہوا اور فضا میں پھیل گیا پھر اس میں نورانی سواریاں نظر آنے لگیں۔

اسی طرح جاورہ میں میرے ملنے والوں اور دوسرے زواروں نے بیان کیا کہ ابھی ۷ رجب کی شب کو بڑے روضہ سے ایک روشنی ظاہر ہوئی جس کے ساتھ دو سواری بھی نظر آتی تھیں وہ روشنی قریب ہی سے

ہوتی ہوئی بچھوٹے روضہ کی طرف گئی۔

مشک کی پیداوار

بستی جنری کے ابتدائی واقعات کے بعد ہی سے ٹیکری کے آس پاس کے کھیتوں میں درختوں کے پتوں پر شبنم گرنے کے زمانے میں مشک کوشائی ہوئی ملتی ہے جس کا ذائقہ بہت ہی مزیدار بتایا جاتا ہے بکثرت لوگوں نے کھایا ہے اب بھی اس زمانے میں پیدا ہوتی ہے۔

میں نے کیا دیکھا؟

میں بھی بعد نماز مغرب بڑے روضے کے سامنے جاتا تھا اور وہاں دس بجے تک ضرور رہتا تھا۔ روشنی بہت سی دفعہ نظر آئی مگر اختصار کی خاطر صرف پانچ روشنی کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عباس علیہ السلام کے روضہ کا وہ دروازہ جو پشت کی جانب بڑے روضے کے سامنے سے صاف نظر آتا ہے اس میں جالی لگی ہوئی ہے میں نے کئی روز اسے بغور دیکھا تو اندر بالکل اندھیرا نظر آتا تھا روشنی کا کچھ بھی پتہ نہ تھا مگر اس کے بعد کئی روز دیکھا کہ اس میں بجلی کی طرح روشنی موجود ہے اور کچھ عرصے کے بعد غائب ہو جاتی ہے۔

(۲) ایک روز دیکھا کہ جناب عباس علیہ السلام کے روضے کے پاس زمین سے پانچ چھ گز کی بلندی پر دفعتاً بجلی کی طرح ایک روشنی ہوئی اور غائب ہو گئی دو قدم پر پھر ہوئی اور غائب ہو گئی اسی طرح کئی مرتبہ۔

(۳) ایک روز دیکھا کہ تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر زمین سے کچھ بلند ایک چراغ روشن ہو گیا اور کچھ دیر تک قائم رہا پھر گل ہو گیا اس کے بعد ایک نور پھیل گیا۔

(۴) اسی طرح ایک روز تقریباً سو قدم کے فاصلے پر دفعتاً ایک چراغ روشن ہوا اور آہستہ آہستہ گھوڑے کی ٹاپ کی طرف چلا پھر غائب ہو گیا۔

(۵) شعبان کی تیسری شب میں جو روشنی نظر آئی وہ تو عجیب و غریب تھی جتنے دیکھنے والے تھے سب محو حیرت تھے اس شب کی مجلس کیلئے خاص طور سے انتظام کیا گیا تھا شہر میں لوگوں کو عام طور سے دعوت دی گئی تھی ہر فرقے کے لوگ مجلس میں شریک تھے گیارہ بجے میں نے مجلس ختم کی ممبر سے اترنے کے بعد مجمع کا پھر اصرار ہوا کہ دوبارہ بیان ہو مگر میں روشنی دیکھنے کے شوق میں باہر چلا آیا تو پھر کچھ دیر بعد زیارت پڑھنے کے لیے اندر گیا زیارت پڑھ کر جب صحن میں آیا تو یکایک تمام بجلی گل ہو گئی میرے ساتھیوں نے کہا جلدی باہر چلئے سواری نکلتی ہوگی اکثر ایسا ہوا ہے میں دوڑا ہوا باہر آیا یہاں آتے ہی دیکھا کہ ایک بڑی روشنی تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر زمین سے دو تین گز بلند روضے کی دیوار سے نکل کر آہستہ آہستہ چابک کے رخ پر جا رہی ہے روضے سے بیس پچیس قدم دور جا کر دفعتہً اتنی تیز اس کی روشنی بڑھی جیسے گیس اور پھر اپنی حالت پر ہو گئی دو قدم پر پھر اسی طرح ہوئی تیسری مرتبہ بھی اسی طرح پھر کچھ دور جا کر غائب ہو گئی جس وقت روشنی روضے سے باہر ہوئی تمام بجلی جلنے لگی۔ اس وقت جو مجمع کی حالت تھی ناقابل بیان ہے۔

بہرحال حسین ٹیکری اپنے خصوصیات کی وجہ سے روز بروز آباد ہوتی جاتی ہے الگ الگ ہر کام پر خدمتگار معین ہیں علاوہ رؤساء احمد آباد و بمبئی وغیرہ کے خود موجودہ نواب صاحب جاورہ خصوصیت سے متوجہ رہتے ہیں۔

مقدمۃ القرآن

(بسلسلۂ گذشتہ)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کا کیا ثبوت ہے کہ تفسیر قرآن کے عقلی قاعدے ہیں اس نتیجہ پر کیونکر پہونچے کہ عقلی قواعد سے معنی کا تعین ہو جائیگا۔ اور کیا ان عقلی قواعد کے تسلیم کر لینے کے بعد اختلاف نہیں ہوسکتا۔

جواب یہ ہے کہ جب کوئی کلام میں بنفسہ نہیں ہوتا تو اسکی مراد عقلاً مقرر و متعین ہو جاتی ہے یعنی تعبیر کلام کے قاعدہ ذہناً حاصل ہیں کہ ان کے ذریعے سے عموماً کلام سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ قاعدے عام ہیں اور بدیہی ہیں علاوہ انکے قرآن مجید کی ماہیت پر غور کرنے سے اسکی تفسیر کے چند خصوصی قاعدے بھی عقلاً حاصل ہوتے ہیں اگر ان کو ملحوظ رکھا جائے تو قرآن مجید کے معنی کا تعین قطعی کیسا حاصل ہوتا ہے۔

وہ چند خصوصی قاعدے بھی اس معنی سے عام ہیں کہ کلام کی غرض اور اس کے موضوع کیساتھ بدلتے ہیں۔ پس ہر کلام جو ایک خاص غرض و موضوع پر ہوگا اسکے لئے وہ عام ہونگے۔

قرآن مجید کی غرض ہدایت اور تعلیم ہے اور اسکا موضوع الہیات اور حکمت عملی اس کے لحاظ سے چند قواعد منضبط ہوتے ہیں۔

رہا اختلاف کا وقوع تو ان قواعد کی صحت تسلیم کرنے کے بعد تحقیق کرنے والوں کے لیئے اختلاف کا امکان باقی نہ رہیگا اور ان قواعد کی صحت چونکہ دلائل عقلیہ پر موقوف ہے لہذا محقق کیلئے انکا تسلیم کرنا لابدی ہے۔

اور چونکہ علمی تحقیق و تدقیق صرف محقق کو صحیح نتیجہ پر پہونچا سکتی اور مناظر کو ساکت کرسکتی ہے۔ جاہل اور متعصب کے عقائد کو زائل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ جاہل اور متعصب متضاد عقائد پر قائم رہ سکتا ہے۔ اور تحقیق صرف عقائد کے تضاد اور تناقض کو ظاہر کرتی ہے۔ پس جاہل متعصب کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

تفسیر کے قواعد عقلیہ کو اولاً دلیل عقلی سے ثابت کیا جائے گا۔ ثانیاً قرآن مجید سے ان کو ثابت کیا جائے گا۔

پھر یہ دکھایا جائیگا کہ ان کو ملحوظ رکھنے سے کس طرح آیات کے مراد کا قطعی تعین ہوتا ہے۔

اُس کے بعد ہم یہ دکھائینگے کہ جن لوگوں نے من گھڑت و غلط تفسیریں کی ہیں انھوں نے اِن ہی قواعد کی خلاف ورزی سے کی ہیں۔ لہٰذا ہر غلط تفسیر کا رد اُن قواعد سے حاصل ہوگا۔

جس قدر اعتراضات آیات قرآنی کے متعلق پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً تفسیر رازی میں اُن سب کا جواب اِن ہی قواعد سے حاصل ہوگا۔

اِن ہی قواعد کو ملحوظ رکھنے سے وہ تفسیر حاصل ہوتی ہے جو اکثر اور بیشتر احادیث میں موجود ہے۔ اس طرح ایک طرف تو ہمارے نتائج کی تائید احادیث سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری طرف احادیث کے متعلق معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث صحیح ہیں۔

علاوہ بریں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین کی تفسیر اُس تفسیر سے منطبق ہے جو ہم نے ان قواعد سے کی ہے تو ہمکو اُن حضرات کے علوم مراتب کا مزید یقین حاصل ہوتا ہے۔

اسکے علاوہ جب ہم نے دلیل عقلی سے یہ تعین کرلیا کہ اگر کوئی کتاب کلام الٰہی ہو تو وہ اِس وضع پر ہونا چاہیے۔ اور اس کے بعد ہم قرآن مجید کو مو بمو اُس کے مطابق پاتے ہیں تو ہم کو قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے میں شبہہ نہیں رہتا۔

اِن ہی قواعد کے ملحوظ رکھنے سے قرآن مجید کی سورت کا ایک مربوط مسلسل اور منتظم بیان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کلام میں بلاغت کی نہایت اور اس میں بے شمار محاسن کلام نظر آتے ہیں۔

اب ان قواعد کی جانب رجوع کی جاتی ہے۔ اول ہم تفسیر کی ضرورت اور اُس کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

فنِ تفسیر

(۱) کسی کلام کی مراد کو واضح اور معین کرنا اسکی تفسیر ہے یہاں یہ امر مفروض ہے کہ بعض کلام کی مراد اسقدر واضح اور معین ہوتی ہے کہ اسمیں غور و فکر کی احتیاج نہیں۔ یعنی وہ بین بنفسہ ہوتا ہے۔ اور واقع بھی ایسا ہی ہے کہ ہماری روزمرہ کی گفتگو باہم بلا غور و فکر کے سمجھی جاتی ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ تفسیر یا توضیح محال ہوتی کیونکہ ہر کلام [illegible] ہوتا

(۲) چونکہ کلام الفاظ اور معنی مراد پر مشتمل ہے اس واسطے الفاظ سے مراد تک پہونچتے ہیں

حسب ذیل امور مانع ہو سکتے ہیں :-

لفظی موانع

اوّل یہ کہ لفظ غیر مانوس ہو یعنی اسکے معنی نہ معلوم ہوں ۔
دوم یہ کہ الفاظ کی ترتیب قواعد کے خلاف ہو ۔
سوم ۔ یہ کہ کچھ لفظ محذوف ہوں ان موانع کیلئے توضیح درکار ہے۔

معنوی موانع

چہارم ۔ یہ کہ کلام کے کئی معنی ہو سکتے ہیں یعنی کلام مبہم ہو۔
پنجم ۔ یہ کہ معانی اسقدر بلند یا دقیق ہوں کہ انکا ادراک مشکل ہو
اور اسکی کئی صورتیں ہیں ۔

اوّل یہ کہ وہ معنی ایسا مفہوم ہو جسکے ادراک کے لیے بعض دیگر مفاہیم کا ذہن میں ہونا ضروری ہو
مثلاً بعض علماء نے کہا ہے کہ ایجاز اور اطناب ہی بلاغت ہے۔
اس کلام کا سمجھنا اسپر موقوف ہے کہ اول ایجاز اطناب اور بلاغت کی تعریف ذہن میں ہو
دوسری مثال بشلث متساوی کے تینوں زاویہ ملکر دو قائموں کے برابر ہیں اس کلام میں جبتک
مذکورہ بالا تینوں اصطلاحات ہندسہ کا مفہوم ذہن میں نہ ہوگا مراد کے ادراک سے ذہن قاصر رہیگا۔

دوم ۔ کلام میں اسقدر بلند کلی مفہوم آئیں کہ مراد [illegible] دور ہو صرف عقل [illegible] سکے ۔
جیسے عدالت سے مراد ملکہ حکمت شجاعت اور عفت کا حصول [illegible]
میں ارتباط تصورات کو بڑا دخل ہے یا کل موجودات کی تقسیم واجب [illegible]

سوم یہ کہ الفاظ سے مراد انکے وضعی معنی نہ ہوں بلکہ وہ معنی مراد ہوں [illegible] جو لغوی
معنی کے علاوہ ہیں جیسے گل سے مراد معشوق ہونا اس صورت میں کلام کو مجاز کہتے ہیں ۔
اور جب وہ اپنے معنی وضعی پر دلالت کرے تو کلام حقیقت [illegible] ظاہر ہے کہ بعض کلام
کیلئے ضرورت ہے کہ اسکی تفسیر کی جائے یعنی اسکی مراد کی توضیح [illegible] عوام الناس یا تو
اسکے معنی غلط سمجھینگے یا بالکل نہ سمجھ سکینگے ۔

(۳) اس مقام پر کلام کی توضیح کر دینا مناسب ہے [illegible]
جسکے کوئی معنی ہوں ۔

یعنی جب وہ لفظ بولا جاتا ہے اور آواز ذہن میں پہونچتی ہے [illegible]
فلاں سے مراد لی مثلاً کوئی کہے کہ پانی لاؤ تو اس آواز سے جو ان الفاظ کے [illegible]
خاص یعنی آب کی طلب سمجھی جاویگی ۔

پس ہر لفظ ایک معنی پر دلالت کرتا ہے جسکو لفظ کا مدلول کہتے [illegible]

معنی یا تو تصور ہونگے یا تصدیق ۔

معنی کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ تصور یا تصدیق جو کسی لفظ یا الفاظ کیساتھ اسطرح ربط پایا جاوے کہ جب وہ لفظ یا الفاظ بولے جاویں تو وہ تصور یا تصدیق ذہن میں آ جائے۔

جب ہم کوئی بے معنی آواز سنتے ہیں تو ذہن اس آواز پر توقف کرتا ہے یعنی اس آواز سن لینے کے بعد وہیں ٹھہر جاتا ہے۔ لیکن کلام سنکر ہم اسکے معنی کو سمجھنا شروع کرتے ہیں اور ہماری سمجھ یا عقل کام کرنے لگتی ہے پس معلوم ہوا کہ کسی کلام کو سمجھنا عقل کا فعل ہے اور جنمیں عقل نہیں مثلاً جانور وہ کلام کے معنی نہیں سمجھ سکتے ۔

اسواسطے قرآن یا حدیث سے شریعت کا حاصل ہونا عقل پر موقوف ہے اور جبتک حکم عقلی کی صحت تسلیم نہ کی جائے گی نقل سے بھی شریعت نہ حاصل ہو سکے گی ۔

(۴) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزمرہ گفتگو میں لوگ لفظوں کو حذف بھی کر دیتے ہیں ایک جملہ کی جگہ صرف ایک لفظ بولتے ہیں ۔ کبھی کبھی لفظ گڑھکر بولتے ہیں یا الفاظ کے ترتیب بے قاعدہ ہوتی ہے باینہمہ ایک دوسری کو کلام سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا ۔

جواب یہ ہے کہ جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے میں انکو سابق اور لاحق کلام سے مدد ملتی ہے اور متکلم کی روش (لہجہ اور اشارہ) اور اسکی حیثیت اور مخاطب کے روش اور حیثیت بھی مطلب سمجھنے میں معین ہیں اور جس وقت اور مقام اور موقع پر گفتگو ہو رہی ہے وہ بھی کلام کے مراد کو واضح کرتا ہے ۔ یہ ہی سب قرائن ہیں جن سے کلام کی مراد معلوم ہوتی ہے ۔

قراین کلام کی مثالیں ۔

(۱) زید ۔ کیا تم نے نماز پڑھ لی ۔

عمر ۔ ہاں ۔

یہاں عمر کی ' ہاں ' سے یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ عمر نے نماز پڑھ لی ہے اور قرینہ اس کا سابق کلام ہے ۔

اب اگر یہ سوال صبح ۵ بجے کیا گیا ہے تو وقت سے تعین ہوگا کہ نماز صبح مراد ہے یہاں زمانہ کلام قرینہ ہے ۔

(۲) شہید ہونا بڑی بات ہے ۔ یہ مرتبہ ہمارے اجداد کو حاصل ہوا یہاں مرتبہ کی مراد سابق کلام سے ہویدا ہے ۔

(۳) لندن سے حلقوں میں مفتی اعظم فلسطین کے اٹلی جانے پر تعجب کیا جاتا ہے طرابلس میں اٹلی کے مظاہرہ پر مفتی اعظم نے اظہار غضب ونفرت کیا تھا یہاں تعجب کی وجہ لاحق عبارت سے ظاہر ہے۔

(۴) یہ ظاہر ہے کہ کلام کے وقت متکلم کے لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوال کر رہا ہے یا خبر دے رہا ہے۔ مثلاً زید برف لے آیا دونوں معنی دے سکتا ہے۔ اس طرح طنز اور تمسخر کا پتہ صرف لہجہ اور روش سے لگتا ہے۔

(۵) ایک سائل نے کسی دولتمند بخیل سے سوال کیا کہ میں سو روپیہ چاہتا ہوں بخیل نے جواب دیا کہ میں غریب آدمی ہوں میرے پاس اس قدر روپیہ کہاں کسی امیر سے سوال کرو تو جو لوگ واقف حال ہیں اوسکے اس کلام کو میں غریب آدمی ہوں حقیقت پر محمول نہ کریں گے یعنے یہ سمجھینگے کہ وہ واقعی اُن پر غریب ہونے کا اظہار کر رہا ہے بلکہ سائل کو ٹالنا چاہتا ہے۔

(۶) ایک ہی جملہ مثلاً " یہ عبارت نقل کر دیجئے " متکلم ومخاطب کی حیثیت معلوم ہونے پر حکم یا درخواست کے معنی دیگا۔ اگر متکلم حاکم ہے اور مخاطب محکوم تو یہ حکم ہے اور اگر دونوں کا مرتبہ مساوی ہے تو درخواست ہے۔

(۷) اسی طرح ایک ہی جملہ کہ " محتاج ہوں "

اگر ایک فقیر امیر سے کہتا ہے تو سوال ہے اور اُس کے معنے یہ ہوے کہ مجھکو کچھ دو اور ایک فقیر دوسرے فقیر سے کہے تو صرف بیان حال ہے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ جب تک جملہ قرائن کلام کے حاصل نہ ہوں کلام کی مراد کا تعین دشوار ہے۔ اس واسطے کتابوں کی عبارت اکثر کئی معنے کی محتمل ہوتی ہے کیونکہ وہاں ان قرائن میں سے اکثر معدوم ہوتے ہیں۔ یا ناظر اُن کی جانب التفات نہیں کرتا۔

....

لیکن اگر تمام قرائن حالیہ بعد اور ناظر ان کو ملحوظ رکھے تو اس کتاب کی عبارت کے معنی مراد کا تعین ہو سکیگا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا شان نزول بڑی اہمیت رکھتا ہے گو بعض غافل شان نزول سے قطع نظر کرنے کے حامی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کلام کی ماہیت اور اُس کے مراد کے حصول پر قرائن کے اثر سے جاہل ہیں جاننا چاہیے کہ جملہ قرائن کی تقسیم اس طرح ہی۔

(۱) کلام کا سابق و لاحق

(۲) متکلم و مخاطب کی روش اور حیثیت۔

(۳) کلام کرنے کا زمانہ اور مکان اور اس وقت کے وہ واقعات جن سے کلام کا تعلق ہے۔

پس قرینہ کلام کی تعریف اس طرح کی جائے گی کہ قرینہ وہ امر خارج از کلام ہی جس کا کلام سے ایسا تعلق ہی کہ اُس کے ذریعہ سے مراد تک پہونچ سکیں۔

کسی کلام کے کل قرائن جو تین قسموں میں اوپر مذکور ہوے محل کلام کہلاتے ہیں اس مقام سے ظاہر ہی کہ بلاغت کی تعریف جو کلام کے برمحل ہونے سے کی گئی ہی اس کے یہ معنی ہیں کہ کلام جب محل سے مناسبت رکھے گا تو قرائن اُس پر چسپاں ہوں گے یعنی اس کی مراد کسی قرینہ کے خلاف نہ ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انتہائی بلاغت یہ ہوگی کہ کلام محل کی جانب اشارہ کرے۔

۵ - مجاز اور حقیقت

جب کلام معنی وضعی کے علاوہ کسی معنی پر دلالت کرے تو اُس کو مجاز کہتے ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ کلام اُس معنی پر کیونکر دلالت کرتا ہے جو اصلاً اس کے معنی نہیں ہیں۔ اور یہ کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حقیقی معنی جو واضح ہیں وہاں مراد نہیں۔ اور عبارت یا لفظ کے ایک نئے معنی جو قائل نے ذہن میں قرار دیئے ہیں ہم اُن تک کس طرح پہنچتے ہیں۔

مثلاً ایک جملہ یہ ہو "ایرانی تاجر نے میدان میں صبح کا ستارہ دیکھا"، اس کی حقیقی معنی ظاہر ہیں کہ کسی ایرانی تاجر کو جبکہ وہ میدان میں تھا ستارہ صبح کی رویت ہوئی، لیکن جب یہ جملہ اس عبارت کے ساتھ واقع ہو کہ "نور جہاں کے والدین ایران سے ہجرت کرکے ہندوستان آرہے تھے کہ راہ میں نور جہاں کی ولادت ہوئی والدین اس کو جنگل میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ ان کے پیچھے ایک ایرانی سوداگر قافلہ کے ساتھ آرہا تھا یہاں پہونچ کر اُس نے میدان میں صبح کا ستارہ دیکھا اور اس کو اٹھا کر اپنے ہمراہ لیا اور دہلی آیا۔

یہاں صبح کا ستارہ اپنا وضعی معنی نہیں دیتا بلکہ نور جہاں مراد ہے۔ (دوسری مثال)

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے — اُس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

دوسرے مصرع میں مہ سے مراد چاند نہیں ہے بلکہ قائل کا معشوق مراد ہے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوگا

کہ ستارہ کے معنی وضعی اور مہ کے معنی وضعی مراد لینا محال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی قرینہ کلام میں ایسا موجود ہے جو معنی وضعی کو محال کر دیتا ہے۔

پہلی مثال میں ظاہر ہے کہ ستارہ کا اُٹھانا اور لے جانا محال ہے۔ دوسری مثال میں ماہ کامل کا تقابل میرے ماہ سے واقع ہے اور تقابل میں دو چیزوں کا ہونا لازم ہے کہ تقابلہ دو چیزوں میں ہو سکتا ہے اگر دوسری شئے نہ ہو تو مقابلہ محال ہے لہذا میرے مہ کا مفہوم پہلے مصرع کے مہ سے جدا ہونا لازم ہے لہذا یہ قاعدہ حاصل ہوا۔

قاعدہ۔ کہ کسی کلام کے معنی وضعی کو ترک اُس وقت کیا جائے گا جبکہ معنی وضعی اختیار کرنا مستلزم محال ہو اُس کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ جو معنی وضعی مراد ہیں وہ کیا ہیں اور معنی مجازی تک ہم کن قاعدوں کے مطابق پہونچتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ کلام میں کسی شخص یا شئے کا ذکر صراحتاً یا ضمناً موجود ہے تو کلام مجازی سے وہ ہی شخص یا شئے مراد ہو سکتی ہے پہلی مثال میں نورجہاں اس کے والدین۔ ایران۔ تاجر کا ذکر ہے پس ستارہ صبح سے ان ہی میں سے کوئی مراد ہوگا۔

دوسری مثال میں غزل کا شعر ہے اور چونکہ غزل حکایت عاشق و معشوق ہے اس واسطے مہ سے مراد عاشق یا معشوق ہوگا اور جو شخص یا شئے مراد ہوگی وہ ایسی ہونا چاہیے کہ اُس مراد اور کلمہ مجاز میں کوئی امر مشترک ہو۔ جیسا کہ ستارہ میں حسن و عروج ہے اور نورجہاں میں بھی حسن اور عروج مرتبہ ہونا معلوم ہے اور ماہ میں اور معشوق میں حسن مشترک پایا جاتا ہے لہذا دوسرا قاعدہ یہ ہوا۔

قاعدہ۔ کلمہ مجازی کا مراد وہ شئے یا شخص ہوگی جو کلام میں [illegible] متعدد ہو اور کلمہ مجاز کی حقیقی معنی سے مشارکت رکھتا ہو یا کلمہ مجاز اور مراد میں لزوم پایا جائے خواہ لزوم عادی ہی ہو

قاعدہ۔ وہ امر مشترک مراد میں لزوم کے ساتھ پایا جاتا ہو [illegible] خواہ لزوم عادی اور یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ذہن کلمہ مجازی کی حقیقی معنی سے منتقل ہوتا ہے [illegible] کی طرف جاتا ہے جس میں ایک جز اس حقیقی معنی کے ساتھ مشترک ہو۔ مثلاً ستارہ سے نورجہاں تک ذہن کا انتقال ہوگا ستارہ میں حسن یا عروج ہے تو اب ایسی شئے ذہن میں آتا ہے جس میں [illegible] پایا جاتا ہے اور [illegible] وصف نورجہاں کے ساتھ لزوم رکھتا ہو تاکہ اُس وصف سے نورجہاں تک ہم پہنچے۔ اسی طرح حسن معشوق کو لازم ہے اس وجہ سے ماہ سے ذہن معشوق تک پہونچتا ہے۔

بہت سے مجاز محاورہ میں [illegible]

آتے ہیں اور ایسے مجازات میں [illegible]

ایسے مجازات زیادہ کار آمد ہیں۔

[illegible]

خبرِ غم

شیعی دنیا میں یہ خبر انتہائی رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ ۲۰ رمضان المبارک یوم جمعہ ۸ بجے صبح کو جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی نے اس دار فانی سے طرف ملک جاودانی انتقال فرمایا۔ آپ سوانح معصومینؑ کے مصنف تھے آپ کے جنازے میں بلا تفریق مذہب کافی مجمع تھا، نماز جنازہ جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مبلغ مدرسۃ الواعظین نے پڑھائی، ۲۲ رمضان المبارک مرحوم کی فاتحہ خوانی کی دو مجالس ۸ و ۱۱ بجے دن کے علی الترتیب منجانب مومنین کوآتھ بر مکان جناب آل حسین صاحب رئیس کوا تھ و دیگر منجانب اعزا جناب مرحوم برپا کی گئیں بعد ختم قرآن خوانی ہر دو مجالس میں مولانا موصوف نے نہایت مبسوط تقریر فرمائی (ایک مجلس کا موضوع جہاد بالقلم و جہاد بالسیف کا تقابل اور دوسرے کا فلسفہ موت و حیات تھا۔)

ناظرین سے امید ہے کہ سورۂ فاتحہ سے مرحوم کی روح کو شاد فرمائیں گے

المعلن منیجر الواعظ

زنانہ قومی کوئٹہ کی امداد کا شکریہ

ہم عالی جناب رئیس قوم خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین صاحب بالقابہ تعلقہ دار رودولی، ضلع بارہ بنکی کے بیحد شکرگزار ہیں، چودھری صاحب موصوف نے زنانہ (ناتکمل عمارت) کی امداد کے لیے مبلغ دو صد روپیہ کا گراں قدر عطیہ ارسال فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ کاش کہ دیگر رؤسائے قوم بھی توجہ فرمائیں۔

شکرگزار

آنریری سکریٹری

ینگ مسلم ایسوسی ایشن - کوئٹہ بلوچستان

خبرِ غم

شیعی دنیا میں یہ خبر انتہائی رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ ۲۰ رمضان المبارک یوم جمعہ ۸ بجے صبح کو جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی نے اس دار فانی سے رحلت فرما کر جاودانی انتقال فرمایا۔ آپ سوانح معصومینؑ کے مصنف تھے آپ کے جنازہ میں بلا تفریق مذہب کافی مجمع تھا۔ نماز جنازہ جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مبلغ مدرسۃ الواعظین نے پڑھائی۔ ۲۲ رمضان المبارک مرحوم کی فاتحہ خوانی کی دو مجالس ۸ و ۱۱ بجے دن کے علی الترتیب منجانب مومنین کو آتھ بر مکان جناب آل حسین صاحب رئیس کو اتھ نہ دیگر منجانب اعزا جناب مرحوم برپا کی گئیں بعد ختم قرآن خوانی ہر دو مجالس میں مولانا موصوف نے نہایت مبسوط تقریر فرمائی ایک مجلس کا موضوع جہاد بالقلم و جہاد بالسیف کا تقابل اور دوسرے کا فلسفہ موت و حیات تھا۔

ناظرین سے امید ہے کہ سورۂ فاتحہ سے مرحوم کی روح کو شاد فرمائیں گے

اکمال منیجر الواعظ

زوار خانہ قومی کوئٹہ کی امداد کا شکریہ

ہم عالی جناب رئیس قوم خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین صاحب بالقابہ تعلقہ دار رودولی، ضلع بارہ بنکی کے بیحد شکر گزار ہیں، چودھری صاحب موصوف نے زوار خانہ (نامکمل عمارت) کی امداد کے لیے مبلغ دو صد روپیہ کا گراں قدر عطیہ ارسال فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ کاش کہ دیگر رؤسائے قوم بھی توجہ فرمائیں۔

شکر گزار

آنریری سکریٹری

ینگ مسلم ایسوسی ایشن۔ کوئٹہ بلوچستان

بادشاہ مرزا آثر لکھنوی پرنٹر و پبلشر نے الواعظ صفدر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ۲۵۹

دع ما لا یعنیک الیٰ ما یعنیک

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر حکیم مصطفیٰ حسین

منیجر سید حسن المتخلص بہ الکمال

الواعظ صفدر پریس لکھنؤ میں چھپ کر مدرسۃ الواعظین کینگ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع ہوا

الواعظ

مدرسۃ الواعظین ایسے مہتم بالشان اور واحد ادارہ تبلیغی سے اس کے اغراض و مقاصد کی ترجمانی و اشاعت کیلئے جس قدر ایک مستحکم پرچہ اور ایک علمی و مذہبی جریدہ کے اجرا کی ضرورت ہے وہ فریضۂ تبلیغ کے ہمدردوں سے مخفی نہیں ہے اسی خیال کو نصب العین قرار دیکر الواعظ جاری کیا گیا تھا جو ایک مدت سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے وہ ناظرین کرام سے مخفی نہیں ہے۔

الواعظ مدرسۃ الواعظین کے حالات اور اسکے مبلغین کی تبلیغی کارروائیاں اپنی ہر اشاعت میں شائع کرتا رہتا ہے۔

الواعظ آجکل کے اصطلاحی مناظرہ سے بچتا ہوا انتہائی تہذیب و متانت سے علمی مضامین محققانہ انداز میں پیش کرتے رہنا اپنا فرض جانتا ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کے اکمل الادیان اور قرآن مجید کے افضل الکتاب اور پیغمبر اسلام کے افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہونیکا اثبات اپنا اہم ترین فریضہ قرار دیئے ہوئے ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کا واحد اور سچا خدمتگذار اور تمام اہل اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر دیکھنے کا متمنی ہے۔

الواعظ اسلامی شریعت کی حکمت اور اس جامعیت کو تمام دنیا پر واضح کر دینے کا آرزومند رہتا ہے۔

الواعظ اسلامی شریعت کی فضیلت اسلامی تمدن کی فوقیت اسلامی احکام و قوانین شریعت سے تمام عالم کو آگاہ کر دینے کیلئے اپنے صفحات کو وقف کیے ہوئے ہے۔

الواعظ ائمہ طاہرین کے ہدایات یا سلف صالحین کے تاریخی حالات و دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اصول اسلام کا فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شبہات اور انکشافات جدیدہ اور حقائق اسلامیہ اور اخبار علمیہ کی اشاعت میں کوئی ممکن دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

الواعظ۔ آریہ عیسائی قادیانی اہلحدیث اہل قرآن کے مقابلہ میں اپنی خاص متانت کے ساتھ سرگرم احقاق حق کے لئے کمربستہ رہتا ہے ہر ماہ انگریزی کی آخری تاریخوں میں شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ عام خریداران ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ اور بیرون ہند کے خریداروں سے پانچ روپیہ سالانہ مقرر ہے رد سائے والیان ملک جو کچھ وہ مرحمت فرمائیں۔ حجم ۲ جزو علاوہ ٹائیٹل

منیجر الواعظ

۷۸۶

الواعظ

جلد ۲۲ | بابتہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء مطابق ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۵۶

حسینی قربانی کا عالمگیر اثر

(از جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ واعظ لکھنوی)

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی چیز جبتک قربانی نہ پیش کرے اسوقت تک نہ خود ترقی کر سکتی ہے اور نہ اس سے مافوق اور بہتر باقی رہ سکتا ہے۔ ہمیشہ چھوٹوں کی ترقی بڑوں کی خدمت پر اور بڑوں کا بقا چھوٹوں کی فنا پر موقوف رہا ہے۔

خاک کا ہر ہر ذرہ یہ سمجھتا ہے کہ درختوں کو اس سے بہتر بنایا گیا ہے۔ اس لئے کہ درختوں میں اُگنے اور بڑھنے کی بھی قوت موجود ہے۔ جو زمین کے ذروں میں مفقود ہے، اس لئے درخت کا وہ بیج جو نہایت مختصر قد و قامت رکھتا تھا۔ اس کا اتنا حجم نہ تھا کہ درخت کا تنہ اور شاخ و برگ و ثمر و گل سمیت سمٹ کر اس میں سما جاتا اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یقیناً درخت کے تمام حصے اس تخم میں مختصر ترین قد و قامت کے ساتھ موجود تھے، اس کے بعد جوں جوں پانی کی غذا ملتی گئی خاک کے ذرے لطیف ہو کر اس کی غذا بنتے گئے ہوا ایسی غذا دی گئی اور وہ درخت بڑا ہوتا گیا۔ جب خاک نے اپنے آپ کو درخت پر فنا کیا تو کل جو خاک تھی، آج وہ درخت کا جزو بن کر درخت کہی جانے لگی اس کے قربان ہونے سے درخت نے نشو و نما اور ترقی بلکہ بقا حاصل کی۔

اسی طرح جب حیوان پیدا ہوا تھا تو وہ بہت چھوٹا اور کمزور تھا۔ جو جو درختوں کے پتے اور دانے کھاتا گیا وہ وہ بڑا ہوتا گیا۔ یہانتک کہ نوجوان بن گیا۔ درخت نے خود فنا ہو کر جانور کو باقی رکھا جسکا اثر یہ ہوا کہ وہ پتے جو کل درخت کا جزو تھے آج جانور کی غذا بن کر خون بنے اور اسکے ہر رگ و پے میں دورہ کرنے اور جانور کا جزو کہلانے لگے۔

اسی طرح جانور نے جب اپنے آپ کو انسان پر قربان کر دیا اور انسان کی غذا بن گیا تو کل جو جانور کہلاتا تھا آج انسان کا جزو بدن بن کر انسان کہلاتا ہے اور حیوان ناطق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جس طرح خاک درختوں پر قربان ہوتی ہے، درخت جانوروں پر قربان ہوتے ہیں جانور انسانوں پر قربان ہوتے ہیں اسی طرح انسان کے مافوق بھی ایسی کوئی قوت ہے جس پر انسان کو قربان ہونا چاہیئے اور وہ مذہب ہے۔ رہبران دین اور بانیان مذہب اسی لئے ہمیشہ دین پر اپنی عزیز ترین قربانیاں پیش کرتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی جس کی یادگار میں آجتک عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے اور دنبے وغیرہ قربان کئے جاتے ہیں مشہور خاص و عام ہے۔ صدہا پیغمبروں کا صرف حمایت دین کے جرم میں شہید ہو جانا مجروح ہوتے رہنا۔ سولی پر چڑھنا تن سے سر کا جدا ہونا آرے سے کاٹا جانا۔ قرآن و حدیث اور تاریخ میں موجود ہے۔ یہ تمام قربانیاں گرانقدر اور عزیز ترین ہیں۔ اور یقیناً بارگاہ رب الارباب میں مقبول ہوئیں مگر قربانی کا ایسا صحیح مقصد پوری طرح اُن میں سے کسی قربانی سے حاصل نہیں ہو سکا تھا

جو تمام عالم کے لئے ہمیشہ کے واسطے آئینہ عمل بنائی جاسکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی قربانی کا عالمگیر اثر اسوقت ہوسکتا ہے۔ جب قربانی دینے والا عالمگیر شخصیت رکھتا ہو۔ قربانی عالمگیر مقصد رکھتی ہو۔ قربانی کے حالات اور ظلم کے اقسام ایسے عالمگیر ہوں کہ ظلم کی کوئی قسم باقی نہ رہ جائے۔ چوتھے یہ کہ ظالم اور انکی ذہنیت ایسی ہو جو کبھی بھلائی جانے کے قابل نہ ہو۔ آج بنی نوع انسان میں سے کون سا ایسا انسان ہے جسپر کوئی نہ کوئی مصیبت نہیں آئی، کسی کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا۔ کسی کی مادر مہربان نے اس جہانِ فانی کو چھوڑا۔ کسی کی اولاد آغوش عاطفت خالی کرکے رخصت ہوگئی، کسی کے احباب یا رشتہ داروں کے فراق کے داغ دل پر لگے اور ہر مصیبت کے بعد مصیبت زدہ گھبرایا بھی اور بے حواس بھی ہوا۔ رویا پیٹا بھی، غم واندوہ میں بھی مبتلا رہا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر کوئی ایسی مصیبت نہیں ہے جو ایک سال کے بعد بھی وہی اثر رکھتی ہو اور اُس کی یاد دل کو اس طرح بیقرار کردیتی ہو جیسے پہلے دن بیقرار کیا تھا۔

البتہ دنیا میں صرف ایک مصیبت ایسی گذری ہے جسے گذرے ہوئے تیرہ سو سال ہوگئے، مگر جب اور جسوقت اس کی یاد آجاتی ہے، دل اسی طرح ہل جاتا ہے، طبیعت بیقرار ہوجاتی ہے اور بیساختہ منہ سے آہ نکل جاتی ہے جیسے یہ واقعہ آج گذرا ہے۔

پھر یہی نہیں ہے کہ اس کا اثر بڈھوں پر ہوتا ہو جو جوانوں اور بچوں پر نہ ہوتا ہو۔ یا صرف مردوں پر ہوتا ہو عورتوں پر نہ ہوتا ہو۔ یا صرف اہل علم پر ہوتا ہو جہلا پر نہ ہوتا ہو یا صرف ایک یا ایک طبیعت اور مزاج والی قوم پر ہوتا ہو اور دوسری قوم پر نہ ہوتا ہو۔ یا غربا پر ہوتا ہو اور دولت مندوں پر نہ ہوتا ہو۔ بلکہ بنی نوع انسان کی کوئی فرد نہیں بشرطیکہ دل بینا اور گوش شنوا رکھتی ہو) جو اس جانفرسا واقعہ سے حسب حیثیت متاثر نہ ہوگیا ہو اور اس پر آثار غم نمایاں نہ ہوجائیں سینہ میں دل نہ جل جائے بیساختہ منھ سے آہ نہ نکل جائے یہ وہی عبرتناک مصیبت اور عدیم المثال واقعہ ہے جسے واقعہ کربلا کہتے ہیں جس کی یادگار تیرہ سو سال سے منائی جارہی ہے اور قیامت تک منائی جاتی رہے گی۔ جس کی شہادت سے پہلے بھی کائنات عالم میں انقلاب تھا۔ فرشتے بار بار خبریں لے لیکر سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے کربلا کی خاک بار بار پیش کی جارہی تھی سرور کائنات آنے والے دنوں کا تصور کرکے بار بار امت کو محبت اہلبیت یاد دلا رہے تھے اور اپنی محبت کا نمونہ دکھا رہے تھے۔ تاکہ اُمت آپکے پڑھائے ہوئے سبق اس قدر جلد نہ بھول جائے اپنے عدیم النظیر نواسہ کی عظمت اور عزت اور امامت بار بار ظاہر فرمارہے تھے کبھی کربلا کی خاک ام سلمہ کے حوالہ کی جارہی تھی کبھی خاتون جنت سے آپکے بچوں کی شہادت کے تذکرے ہوتے تھے۔ اور گھر میں وقت سے پہلے مجلس عزا منعقد ہورہی تھی آنحضرت کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام بار بار اس دن کو یاد کرکے غمگین رہتے تھے اور میدان صفین سے واپسی کے وقت آنے والے واقعات امت کو یاد دلا رہے تھے اور کربلا کا میدان پہچنوا رہے تھے فقط عہد اسلام کا ذکر نہیں بلکہ کبھی عرش عظیم پر جبرئیل امین حضرت آدم کو واقعات کربلا سنا رہے تھے کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام جبرئیل سے واقعات کربلا سنکر ماتم کررہے تھے کبھی سفینہ نوح پر مجلس حسین منعقد تھی اور کیلوں سے خون تازہ جاری ہورہا تھا اور کبھی جناب اسمعیل اور جناب اسحاق ماتم کررہے تھے اور کبھی جناب عیسیٰ کی دنبیاں انھیں حسینی قربانی کی خبر دے رہی تھیں

غرض ہر نوبت کدہ ماتمکدہ بنا ہوا تھا۔ فرش خاک تو کجا
خود سطح آب پر اس وقت ماتم ہو رہا تھا۔ جب پانی کے
سطح پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہت بلند ہو چکی تھیں اور ملائکہ
کی تسبیح کی آوازیں کان میں آ رہی تھیں۔ یہ تو وہ اثرات ہیں
جو واقعات کربلا سے پہلے رونما ہو رہے تھے لیکن کربلا کا
واقعہ ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو وہ عظیم انقلاب ہے
جس کی مثال انقلابات عالم میں نہیں مل سکتی۔ حضرت
سید الشہداء علیہ التحیۃ و الثنا کا سر اقدس جدا ہوتے ہی عالم
کا رنگ بدل گیا زمین میں زلزلہ آ گیا اور ایسی آندھیاں
چلنے لگیں جیسی آج سے پہلے کبھی نہ چلی تھیں عصر کے وقت
فضائے عالم میں سیاہی اس طرح چھا گئی کہ دن کے وقت آسمان
پر تارے نظر آنے لگے آسمان سے خون کی بارش ہونے لگی
لوگ محسوس کر رہے تھے کہ ان کی قبائیں خون تازہ سے سرخ
اور تر ہو گئی ہیں ستارے آپس میں ٹکرا رہے تھے آسمان پر
شفق نکل کر اس خونی منظر کی یادگار قائم کر رہی تھی بیت المقدس
اور شام میں جس پتھر کو اٹھاتے تھے اس کے نیچے سے خون
تازہ نکلتا تھا مدینہ کی دیواروں پر عاشور کے دن خون تازہ
چھلکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ قاتلان حسین کے دہن میں سانپ
داخل ہو کر ان کی زبانیں کاٹ رہے تھے۔ کربلا کی لوٹ سے
جو مہندی بچ گئی تھی جب پتھر پر پیسی گئی تو آگ نکلنے لگی
اور جب ہاتھوں پر لگائی گئی تو جان جہان لگی ہی برص ہو گیا
عمر بن سعد مرض استسقا میں مبتلا ہو کر پانی پانی کرتا ہوا
بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا۔ یزید جیسے با اقتدار بادشاہ
کے ملک میں ہر گوشہ سے علم بغاوت خود بخود بلند ہو رہا تھا
ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں اسکے برخلاف اصحاب
رسول بلکہ نصرانی کھڑے ہو رہے تھے۔ یزید کے گھر میں صف ماتم
بچھی ہوئی تھی سر حسین سے خون کا ایک قطرہ نکل کر جو یزید کے
زانو پر گرا سوراخ کر کے نکل گیا اور اس طرح ناسور ہو گیا

کرتے دم تک شفاعت ہو سکی پرندے خون حسین سے اپنے پروں
کو تر کر کے مدینہ کی طرف پرواز کر رہے تھے اور مدینہ والوں
کو شہید کربلا کی سنائی دے رہے تھے سفید پرندے شہدائے کربلا
کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ان روحانی بادشاہوں کے گرد
چکر لگا کر پہرہ دے رہے تھے شیر شہید کربلا کے قدموں پر
بوسہ دے رہے تھے کئی دن گزر جانے کے باوجود شہدا کے جسموں
سے ایسی خوشبو آ رہی تھی جو دنیا میں کبھی نہیں سونگھی گئی کوفہ اور
شام کے بازاروں میں سر حسینی جسے تن سے جدا ہوئے مدتیں
گزر چکی تھیں تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا خولی کے گھر میں سیاہ
برقعہ پوش شہزادیوں کی عماریاں اتر کر اس سر کو پرسا دے رہی تھیں
جو تنور میں رکھا گیا تھا۔ راہب کی گرجا کی دیوار پر ایک ہاتھ غیبی
قلم سے یہ شعر تحریر کر رہا تھا جب سر اقدس کے نگران اپنی آنکھوں
سے دیکھ رہے تھے۔

أَتَرْجُو أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

(ترجمہ) کیا وہ امت قیامت کے روز اپنے رسول سے شفاعت
کی امید کر سکتی ہے جس نے اس کے نواسے امام حسین علیہ السلام کو بلا
جرم و خطا اپنے ہاتھوں سے شہید کر دیا ہو۔ ایسا نہیں ہے
کہ ان واقعات کا اثر وقتی طور پر ظاہر ہوا اور فنا ہو گیا ہو
نہیں۔ بلکہ آج بھی اسکی چند باتیں ایسی نظر آ رہی ہیں۔ ایسی تسبیحیں
آج بھی ہندوستان میں موجود ہیں جن کے دانے عاشور
کے دن عصر کے وقت خون تازہ کے قطرے پڑے ہوئے نظر
آتے ہیں۔ ایسی سجدہ گاہیں موجود ہیں جن سے عاشور کے
دن خون بہتا ہے۔ علم کا سرخ ہونا۔ تعزیہ سے خون یا پانی
کا بہنا۔ تعزیہ داری بند کرنے والوں کو خواب میں توبیخ
و تنبیہ ہونا۔ یا سزائیں ملنا۔ اس قسم کے واقعات جو ہمیشہ رونما
ہوتے رہتے ہیں اس قدر ہیں جن کا شمار ناممکن ہے قبر مطہر کا
نشان مٹانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ ہل بھی چلائے گئے

نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر قبر مطہر تک لایا گیا۔ سبب کچھ ہوا مگر نہ بیلوں نے آگے بڑھنے کی جرأت کی اور نہ پانی نے بلکہ قبر پہ پانی آنے کے بجائے اس کے گرد طواف کرنے لگا اور قبر اسی طرح محفوظ رہی۔ ورنہ ایک مظلوم اور بیکس کی قبر کا نشان مٹانے میں صدہا برس تک جابر حکومتیں کیوں نہ کامیاب ہو سکیں۔ آج دنیا کی کوئی قوم نہیں جو واقعات کربلا سے متاثر نہ ہو شیعوں کے ہر مرد و زن خورد و بزرگ کا ماتم نشین ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں۔ غیر قوم جیسے نصاریٰ۔ یہود۔ اہل ہنود بدھ جین و سکھ و راجپوت و دیگر اقوام جس مذہب کو دیکھو ان کے تعلیم یافتہ افراد واقعات پڑھ کر سید الشہداء کی ایثار اور عظمت کا بلا اختلاف اقرار کرتے ہیں اور جو لوگ تعلیم یافتہ نہیں اور واقعات سے چنداں باخبر نہیں ہیں۔ صرف امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت سے واقف ہیں اور معتقد رہتے ہیں وہ اس ہستی کی عظمت اور مظلومیت کے مقر ہیں۔ بیشمار انسان ایسے ہیں جو صرف عزاداری کے اثرات اپنے حوائج کی وجہ سے آئے دن معجزات و کرامات کی وجہ سے جو ظاہر ہوتے رہتے ہیں اس ہستی کو قابل تعظیم سمجھتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ آج جب کسی فرقہ کو یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم کو قربانی کے لیے آمادہ کریں۔ تو ان کو اپنے مذہبی پیشواؤں میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جسے پیش کر سکیں بلکہ مثال کے لیے۔ امام حسین علیہ السلام کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں کسی پیشوا نے ایسی عظیم الشان قربانی پیش نہیں کی۔ جیسے رسول اسلام کے نواسے نے پیش کی وہ لوگ جو کل ماتمین پیٹنے اور ماتم کرنے کو بدعت کہتے تھے آج وہ اپنی مصیبت پہ اس طرح ماتم کرتے ہیں اور روتے ہیں جیسے حسین پہ ماتم کیا جاتا ہے جو لوگ حسینی جلوسوں کو بدعت کہتے تھے آج وہ اپنے قومی یا مذہبی یا سیاسی جلوس اس طرح نکالتے ہیں۔ جیسے حسینی جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جو لوگ ایام عزا میں سیاہ پوشی اور مرثیہ پڑھنے یا کالے نشانوں کو بدعت کہتے تھے۔ آج کسی بادشاہ کے مرنے پر اسی طرح سیاہ پوشی سیاہ نشانوں کے ساتھ نوحہ پڑھتے ہوے نظر آتے ہیں جو لوگ شیعوں کی اس رسم تعزیت کو بدعت سمجھتے تھے۔ آج وہ کسی کے مرنے کے بعد اسی طرح رسم تعزیت ادا کرتے تعزیتی خط لکھتے بلکہ تعزیت کے ووٹ پاس کر کے بذریعہ خط یا تار روانہ کرتے ہیں وہ لوگ جو مظلوم کے دشمن پر لعنت کرنے کو بدعت کہتے تھے۔ آج وہ اپنے دشمن کو یا کسی بدعمل کے برخلاف جلسۂ عام میں ووٹ پاس کر کے اخبارات میں شائع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی قربانی کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جو انھوں نے اسلام پر کیا۔ ہم نے جو رسوم اختیار کر لیے۔ وہ بھی دیگر اقوام و مذاہب کے لیے مشعل راہ بن گئے کہ ساری دنیا رفتہ رفتہ ان کی تقلید کر رہی ہے حسینی قربانی سے جو عالمگیر انقلاب دنیا میں رونما ہوا۔ اور اب بھی ہے اس کی زندہ مثال یہ ہے۔ ایام عزا میں تمام دنیا کے شیعہ مجلس ماتم و جلوس عزا و تعزیہ داری اور گریہ و بکا میں مصروف ہوتے ہیں دیگر مذاہب کے عقیدتمند افراد ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اس عزا میں حسب حیثیت حصہ لیتے اور شامل ہوتے ہیں اہل سنت میں ایک بہت بڑا گروہ جو خود بھی تعزیہ داری کرتا۔ ماتم کرتا نوحے پڑھتا۔ جلوس نکالتا۔ شہادت نامے پڑھتا۔ اور مجلس عزا منعقد کرتا اور گریہ و بکا کرتا ہے۔ وہابی جماعت کو اگرچہ اس سے اختلاف ہے مگر اتنا تو وہ بھی کہتے ہیں کہ ان ایام میں خصوصیت کے ساتھ مسجدوں کو آباد کر کے اپنے عقیدتمندوں کو جمع کر کے اس فیض عام میں شامل ہونے اور حصہ لینے سے روکتے اور منع کرتے نکاح ٹوٹ جانے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں لہذا اس ذکر سے ان کی زبان بھی محروم نہیں رہتی۔ حکام وقت اس فکر میں ہوتے ہیں کہ ملکی انتظام با حسن وجوہ انجام دیا جائے اور یکتائی حاصل کر کے ترقی حاصل کریں۔ ملازمین [illegible]

ہوتی ہے کہ اپنی ڈیوٹی پوری کردیں تاکہ کسی قسم کا الزام نہ عائد ہوسکے۔ لاتعلق افراد کم از کم اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے مخصوص ایام ہیں جنھیں اُن کے ایک مسلم امام نے دین و مذہب کے لیے مال و اولاد و احباب غرض سب کچھ قربان کردیا جس کی یادگار منائی جاتی ہے امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت کا ذکر اور شیعوں کا گریہ و بکا اس پر شاہد ہے کہ ان کے امام مظلوم تھے۔ ظالم نہ تھے۔ شیعہ مظلوم کے ماننے والے ہیں۔ ظالم کو نہیں مانتے لہذا اس حقیقت میں شبہہ نہیں ہوسکتا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے تمام عالم میں انقلاب پیدا کردیا۔ اور اسلام کی بات رکھ لی جس کے مظاہرے ہر سال محرم کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ پیش ہوتے رہتے ہیں لیکن جو اس قربانی نے عالمگیر اثر پیدا کیا ہے۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ایک طرف قربانی پیش کرنے والا وہ جلیل الشان امام تھا۔ جو خاتم النبیین کا نواسہ۔ آغوش رسالت کا پروردہ خاتون جنت کی آنکھوں کا تارا علی مرتضیٰ کا راج دلارا تھا مسلم الثبوت امام تھا۔ اپنے کمالات اور خصوصیات میں ممتاز و شہرہ آفاق تھا۔ ملک کی

گہوارہ جنبانی کرتے تھے۔ خاتم النبیین اسکی نازبرداری کرتے تھے۔ ایسی عظیم الشان ہستی جس پر اسلام اور اہل اسلام کو ناز ہو جو عالمین کا تکیہ ہو گروہ اسلام پہ قربانی پیش کرے تو اس کا کیا اثر ہونا چاہیے پھر قربانی بھی ایسی کہ جس کی مثال چشم فلک نے نہ دیکھی ہو قربانی پیش کرنے والا نہ وطن کی محبت کو مقدم رکھتا ہے۔ نہ اولاد کو عزیز رکھتا ہے نہ مال کو حد یہ ہے کہ پردہ داروں کی انتہائی تکلیف کی بھی پرواہ نہیں کرتا بھوک اور پیاس فقط وہ نہیں بلکہ اسکے بچے بھی ہنس ہنس کے گزار دیتے ہیں وہ اکیلا اتنی مصیبتیں برداشت کرلیتا ہے جو سارے عالم کے تمام رہبر مل کر بھی نہیں برداشت کرسکتے تھے لہذا قربانی پیش کرنے والا وہ جس نے اپنے کمالات و صفات کی وجہ سے کربلا کو کربلا بنا دیا اور قربانی اس قدر عظیم الشان کہ جس پر تمام انبیاء و مرسلین انگشت بدندان ہیں اور شہید کرنے والے وہ جن کا ایسا خسی القلب و ظالم چشم فلک نے نہیں دیکھا تھا جو اسقدر ظالم ہونے کے باوجود خلیفۃ المسلمین کہلاتا ہو و ممالک اسلام میں اقتدار رکھتا ہو۔ کیا سیاہ و سپید کا مالک ہو۔ یہ وجہ ہیں کہ واقعات کربلا نے سارے عالم پر اثر کیا۔

اسلام کیا ہے

(از عالیجناب خان بہادر سید ابوالقاسم صاحب ناظم ریاست عالیہ محمود آباد)

اس وقت اس لفظ کے لغوی معنی سے بحث کی جاتی کیونکہ یہ مقصود نہیں ہی کہ اس کے بارے میں ائمہ لغات نے جو فرمایا ہی اس کو بیان کیا جائے۔

بلکہ منشا یہ ہی کہ اس لفظ اسلام کا اطلاق کس موضوع پر ہوتا ہی اور اس کے کیا معنی ہیں اور جب یہ دین پیدا ہوا اور جس نے اپنا نام اسلام اختیار کیا اور اس وقت اس کی کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہی۔

اس کلمہ کا اطلاق اس دین پر عائد ہوتا ہی کہ جسکی بنیاد ۱۳۵۰ برس سے کچھ زیادہ ہوا حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے مکہ میں استوار فرمائی اور اصول و قواعد اس کے مقرر فرمائے اور تمام عالم کو اسکی پیروی کی دعوت دی۔

آج اسلام کے یہی معنی ہیں کہ اگر لفظ اسلام عالم کی زبان میں بولا جاوے تو یہی سمجھا جاوے گا کہ مراد اس سے یہی دین محمدی ہی۔

اس چمکدار ستارہ (دین اسلام) کا طلوع اس وقت ہوا تھا کہ وحشت گیری و بربریت دنیا کے تمام ممالک میں حکمران تھی خاص کر جزیرۃ العرب میں۔ اخلاق فاسد اور عادات ناشایستہ اس قدر مروج تھیں کہ صفحات تاریخ عربوں کی بدکرداریوں سے سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔

اس ہنگام تاریک اور موقع باریک میں ایک مرد ملکوتی اور نمایندۂ جبروتی یکہ و تنہا بے یار و یاور بلکہ بے مدد و معاون اصلاح پر کمر بستہ ہوا اور تمام راستوں کو قطع نظر کرکے ایک نہایت محیر العقول اور استقلال غیر معمولی کے ساتھ دین سادہ اور بے آمیز آزادہ خداوند جہان آفرین کی طرف سے لایا اور عامۃ الناس کو اسکی طرف بلایا۔ جس نے بنی نوع انسان کے قلوب میں ہیجان پیدا کیا اور اس مرد نیکو صفات نے بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اور تیرہ سال اور کچھ دن مکہ میں اور دس سال کچھ دن مدینہ میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور مردمان ناہموار کے ساتھ صبر آزما رہا۔ اُس مرد بزرگوار کی تاریخ زندگانی اس قدر درخشان ہی کہ ہمیں بیان کرنے کی حاجت نہیں ہی۔

عالم کی تمام ملتوں میں کسی ایسی ملت کا سراغ نہیں چلتا جو اسکی چمک سے خیرہ نہ ہوئی ہو کاش اسکی سیرت درخشاں کو ہم اپنی زندگانی کا نمونہ قرار دیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو اکثر قوموں سرعت ترقی میں ہمارے ہم دوش چل سکیں گی لیکن افسوس ہم کہاں اور یہ اندیشہ کہاں!!

درحقیقت اگر تاریخ زندگانی اور نوعیت دعوت اُس ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ کو نظر عمیق اور ادراک دقیق سے مطالعہ کیا جائے اور اغراض نفسانی کو علیحدہ کر دیا جائے تو چار و ناچار لازم ہوگا کہ اُسکی نبوت اور صفات ملکوتی کی صمیم قلب سے تصدیق کریں کیونکہ قدرت بشری سے خارج ہی کہ ایک نفر تنہا وحشی گروہ آدم خور بلکہ وحشی گروہوں میں ایسی جنبش پیدا کر دے اور تمام عالم سے مقابلہ پر آ جائے اور سارے دنیوی اور مذہبوں سے دشمنی کرکے مظفر و منصور ہو جاوے۔

کون ہے ایسا مرد بجز محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کون ہی ایسا بزرگوار بجز فرزند عبد اللہ کے۔ صلوۃ اللہم صل علی محمد و آل محمد اس فتح و فیروزی کی ذو و جہین ہیں۔

(۱) مدد غیبی (۲) سادگی و بے آلائشی دین

پچاس برس سے کم زمانہ میں تمام دینوں سے بڑھ گیا اور سارے جہاں کو گھیر لیا۔

کسی تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کوئی دین مثل دین اسلام اس سرعت کے ساتھ شرق اور غرب پر چھا گیا ہو۔ اگر معاندین اور متعصبین درمیان میں نہ ہوتے تو کوئی شمشیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی لیکن کیا کہا جائے ایسے لوگوں کو جو باوجود طلوع آفتاب رسالت۔ جہالت کے سیاہ پردے کو اپنی آنکھوں پر ڈالے ہوئے ہیں اور کسی طرح ہٹانے پر راضی نہیں ہیں اور تن پروری کر رہے ہیں۔ بہرحال اسلام ایک دین ہے جو انسانوں کو خدا پرستی۔ درستکاری پاکی دروں و بیروں۔ راستگوئی۔ خوش خوئی۔ پاکیزگی یگانگی۔ برادری۔ دستگیری باہمی۔ آگاہی حال باہمی روا مانات اور مثل اسکے بہت سے اصول زندگانی کیطرف بلاتا ہے۔

درحقیقت اسلام مدرسہ اصول زندگانی ہے۔ مدرس اول اور قائم کرنے والے اس مدرسہ کے محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ معلم اور مدرس اسکے پیشوایان دین و اعیان مصلحین ہیں اور شاگرد اس مدرسہ کے گروہ مسلمین ہیں اور اس مدرسہ کے سند یافتہ وہ پاک دل اور پاک دین لوگ ہیں جو عملاً اس تعلیم کے حامل ہیں۔ اس مدرسہ کی کتاب قرآن مبین ہے۔ اس میں اصول زندگانی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور ماحصل اس تعلیم کا زندگانی جاوید ہے۔

پروگرام اس مدرسہ کا اس قدر سادہ اور آسان ہے کہ عاجز ترین انسان مکلفات اسلام کو بجا و فرمانبرداری کر سکتا ہے چونکہ آجکل بہت سے آدمی کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سنگین تکلیفیں ہیں اور نہیں ہو سکتا کہ آجکل کی مصروف زندگی اس بار گراں کو اٹھا سکے مسلمانان موجودہ اگر اس آواز کی ہم آہنگی نہیں کرتے تو تکذیب بھی نہیں کرتے کیونکہ آجکل اسلام اس اسلام سے الگ ہے جس کی تعلیم صدر اول سے دی تھی اس وقت اسکی تعلیم اس قدر سادہ تھی کہ بلا تکلف قلوب انسانی اسکی سادگی اور بے آلائشی سے مسخر ہوتے جاتے تھے اور انسانی طبیعت سے یہ تعلیم اس قدر سازگاری کرتی تھی کہ بے محابا یہ اعلان کیا گیا تھا۔

(شرع محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مستمر الی یوم القیامہ)

یعنی شرع محمدی تا روز قیامت باقی رہے گی جس کی یہ تشریح ہوتی ہے کہ جس قدر زمانے عالم میں آتے رہیں گے یہ دین اُن کے لیے کارآمد ثابت ہوگا اور کوئی دقت محسوس نہ ہوگی کیونکہ یہ دین اس طرح وضع کیا گیا تھا کہ ہر دور زمانہ میں بہ سبب اپنی سادگی اور آسانی کے معاملات بشری سے توام رہے اور ہر شخص کے مقدور کے اندر ہو کہ اسکی پیروی کر سکے۔ اور اُسکی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو۔ اس وقت دو بڑے گروہ ہیں جو کسی قید و بند میں رہنا نہیں چاہتے۔ ان میں سے ایک گروہ بصفت لاابالی ہے جو کسی قانون الٰہی یا بشری کی پابندی نہیں چاہتا۔ اور ہمیشہ عیاشی۔ تن پروری میں اپنی عمر گزارتا۔ حقیقت میں یہ گروہ ملک اور دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

دوسرا گروہ بوجہ زیادتی تکالیف شرعی ایک قدم چلتا ہی پھر رک جاتا ہے۔ اور بالآخر بار دوش پھینکتا ہے اور راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

بعض دانشمندان عالی مرتبت بجائے اسکے کہ کوئی چارہ جوئی کریں انجام کار کو نہیں سوچتے اور بوجھ کو بھاری کرتے جاتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ دین سادہ میں قوت شکن توجیہات کا مدغم کر دینا اگرچہ وہ کمال احتیاط اور نیک نیتی سے کیا جائے مسلمانوں کے انحراف کا باعث ہو جائے گی۔

انصاف سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ یہ دین باوجود اپنی سادگی اور زیبائی کے علاوہ ان صدمات کے جو قرون سابقہ میں اسکے اوپر وارد ہوئے اس وقت بھی الٹی الٹی توجیہوں کے ساتھ طرح طرح کے الفاظ میں ایسا پیچیدہ کر دیا گیا ہے کہ آدمی خواہ وہ سوار ہوں یا پیادہ اصلی راستے سے بھٹک کر آوارہ ہوگئے ہیں اور نہیں جانتے کہ کدھر کا رُخ کریں اور کہاں پناہ لیں۔ دشمنان دین اس موقع کو غنیمت سمجھکر کمینگاہ میں ہوشیار بیٹھے۔ تخریب دین میں کوشان ہیں۔

یہ حال ہے آجکل کے اسلام اور آجکل کے مسلمانوں کا ایک دن وہ تھا کہ کارخانہ حقیقت اسلام اس طرح کام کرتا تھا۔ جیسا کہ ذیل کی آیہ وافی ہدایہ بتاتی ہے ورأیت الناس یدخلون فی دین الله افواجا یعنی دین اسلام میں لوگ فوج در فوج داخل ہوتے ہیں اور اب بجائے یدخلون کے لفظ یخرجون چسپان ہوتا ہے یعنی لوگ فوج در فوج خارج ہوتے ہیں۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

غرضکہ جو کچھ بیان کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک ایسا دین سادہ ہے جو ہر طرح سے قبول کرنے کے قابل ہے کتاب اس دین کی قرآن ہے جو حقائق سے پُر اور افسانوں سے خالی ہے۔

اگر بہت سے مفسرین کے وہ پردے جو انھوں نے ڈال دیے ہیں اسکے چہرۂ زیبا سے اٹھا دیے جائیں تو اسکی چمک مثل قوت برقی کے سارے جہان پر چھا جائے اور اسکی روشنی میں طرح طرح کے علوم سے دانشمندان شرق و غرب بہرہ مند ہونے لگیں۔

رموز اور اشارات جو قرآن میں ہیں اگر حل ہو جاویں تو ایسے علوم اُن سے برآمد ہوں کہ عقلیں حیران ہو جاویں ان رموز و اشارات کا کھولنا ہر شخص کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ بجز خاندان رسالت کے اور کسی میں یہ یارا نہیں ہے کہ اپنی ہوا و ہوس کے ساتھ ان رموز کے انکشافات کا حامل ہو سکے اس لیے کہ گھر کا حال گھر ہی کے لوگ خوب بتا سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا۔ فانی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لم تضلو کتاب الله و اہل بیتی۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا تھا۔

انی تارک فیکم الثقلین۔ کتاب الله وعترتی کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی۔ الخ

باقی آیندہ

خدا اور رسول کا دوست اور خدا اور رسول رکھنے والا

(از جناب سید کاظم علی صاحب لال چاہ دہلی)

اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۳ پر مسئلہ امامت و خلافت کے عنوان سے جواب رسالہ الواعظ لکھنؤ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ کی معتبر روایت ہے کہ حضرت عمر خلیفہ ثانی نے ارکان سلطنت سے یہ پوچھا کہ میں خود ایران کی لڑائی میں جاؤں اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے منع کیا اور فرمایا کہ خدانخواستہ اگر وہاں جاکر آپ کو کچھ گزند پہنچا تو اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی " نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد نمبر ا صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲"

اس کے بعد مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ منصب نبوت کے لیے خدا لائق انسان کو خوب جانتا ہے - اس کو نبوت دیتا ہے اور خلافت کے لیے فرماتا ہے " امرھم شوریٰ بینھم " پارہ ۲۲ رکوع ۵ جیسے امام صلوٰۃ مقتدیوں کے ہاتھ میں ہے - زید کو امام بناتے ہیں - پھر اسکی اطاعت کرتے ہیں وغیرہ -

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جنگ احد بدر - خندق - خیبر و حنین وغیرہ کل غزوات نبی میں ساتھ رہے تھے - حضرت علی حضرت عمر کے حالات سے خوب واقف تھے - جنگ خیبر کے حالات میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس روایت بخاری میں بھی اختصار ہوا - حالانکہ امام احمد و نسائی و ابن حبان و حاکم کی روایت میں ہے کہ پہلے روز حضرت ابوبکر علم لے کر لڑنے گئے اور بلا فتح واپس آئے دوسرے روز حضرت عمر علم لے کر گئے وہ بھی بلا فتح واپس آئے - بلکہ محمود بن سلمہ

صحابی مارے گئے - تب رسول اللہ نے فرمایا (حدیث دوم بخاری) کل ہم ایسے شخص کو علم دینگے جس کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ فتح کریگا چنانچہ صبح کو حضرت علی کو بلاکر حضرت نے علم دیا اور وہ قلعہ فتح ہوا - پارہ ۱۷ صفحہ ۹ فتح الباری -

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس سے قبل علم لے کر لڑنے گئے تھے انہیں یہ صفت یعنی دوستی خدا و رسول کی صفت نہ تھی اسی طرح بخاری نے جنگ حنین میں حضرت عمر کا فرار لکھا ہے چونکہ حضرت علیؑ کو یہ سب حالات حضرت عمر کے معلوم تھے اسلیے حضرت علی نے ان کو ایران کی لڑائی میں جانے سے منع کیا ورنہ لڑائی میں جانا تو سنت رسول تھی - کیونکہ رسول اللہ بہ نفس نفیس خود ہر غزوہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے سنت رسول کو ترک کرنے کی رائے حضرت علی کبھی بھی نہ دیتے - اسکے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ خلافت کے بارے میں آیہ " امرھم شوریٰ بینھم " پارہ ۲۲ رکوع ۵ ہے - اگر واقعی بقول مولوی صاحب یہ آیت تعین خلافت کے بارے میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جسکو لوگ چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں پس اس آیت کی رو سے تو وہ خلیفہ ہوگا جسکو لوگ منتخب کریں اب یہی آیہ استخلاف جس میں صاف طور پر خدا کا وعدہ ہے کہ زمین میں اسی طرح خلیفہ بناؤنگا جس طرح اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے گزر گئے ہیں پس یہی طریق رہا ہے کہ ہر نبی مطابق حکم خدا اپنی موت سے پہلے اپنا وصی مقرر کرتا ہے حضرت آدم نے اپنے فرزند حضرت شیث اور حضرت شیث نے اپنے فرزند حضرت انوش کو اسی طرح حضرت عیسیٰ تک پس معلوم ہوا کہ خلیفہ دو قسم کے ہیں اس آیت میں

مولوی ثناء اللہ صاحب کا افسوس

امسال جو یادگار حسینی سیزدہ صد سالہ جابجا منائی گئی ہے اور اخباروں میں اسکی شان دکھلائی گئی ہے اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے متاثر ہوکر اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۳ پر اپنی رائے کا اظہار بطور افسوس کے کیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے یعنی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ غزوات نبی میں بڑے بڑے صحابہ شہید ہوے حضرت حمزہ عم رسول اللہ شہید ہوے ان کی شہادت سے آنحضرت کو بہت صدمہ ہوا اور خود رسول اللہ کو بھی ضربات آئیں خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی کی مظلومانہ شہادت کسی سے مخفی نہیں ہے اُس کے بعد امام حسنؑ اور عبد اللہ بن زبیر کے واقعات کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے مسلمانوں کا کوئی فرقہ بھی ان واقعات کو ڈھنڈورا پیٹ کر یاد نہیں کرتا چونکہ اہلحدیث اہل سنت کی نظر میں یہ سب حضرات معزز ہیں اس لیے وہ سب یکساں یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو عتاب الٰہی کا اندیشہ رہتا ہے۔ معلوم نہیں شیعہ حضرات کے لیے کون سا امر محرک ہے جو انھوں نے شہادت امام حسینؑ کا اتنا اہتمام کیا اور سالانہ عزاداری کو کافی نہ سمجھا اور کافی نہ جانکر تیرہ سو سالہ یادگار حسینی منانے کے لیے بڑے زور سے پروپیگنڈا کیا اور نواب نثار علی خان صاحب قزلباش لاہور نے بھی اس یادگار کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا تو میں نے اُن کو لکھا تھا کہ امام حسینؑ کے متعلق بہت روایات غلط مشہور ہیں۔ اس لیے ہر مذہب کا ایک ایک عالم شامل کرکے ایک بورڈ بنایا جائے جو صحیح روایات کا مجموعہ تیار کرکے پیش کرے۔ مگر یہ میری صدا بصحرا ثابت ہوئی کسی نے نہ سُنا۔ حالانکہ اس یادگار سے میری یہ تجویز بہتر تھی۔ مولوی صاحب کا یہ افسوس کچھ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے سے چلا آتا ہے کیونکہ امیر معاویہ کو بھی افسوس تھا کہ اخ تیم حضرت ابوبکر نے بادشاہی کی اور عدل وانصاف سب کچھ کیا مگر مرجانے پر اُن کا کچھ نام نہ ہوا اسی طرح اخ عدی یعنی حضرت عمر نے بھی ملک ودولت پائی اور سب کچھ کیا مگر مرجانے پر ان کا نام بھی مٹ گیا۔ اسی طرح میرے بھائی عثمان نے بھی سلطنت کی مگر اُن کے مرجانے کے ساتھ ہی نام بھی مرگیا۔ بخلاف برادر ہاشمی محمد مصطفےٰ کے ہر روز پانچ دفعہ ان کا نام پکارا جاتا ہے۔ کتاب مروج الذہب صفحہ ۵۰ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۹۔

اسی طرح متوکل عباسی خلیفہ کو بھی افسوس اور رنج تھا کہ وہ امام حسینؑ کے قتل میں شریک نہ تھا ۲۴۴ھ میں متوکل مذکور نے ایک روز یعقوب بن سکیت امام عربیہ سے جو اُس کے بیٹوں کا اُستاد تھا دریافت کیا کہ میرے بیٹے موید و معتز تمھارے نزدیک یہ دونوں اچھے اور محبوب ہیں یا حسنؑ و حسینؑ تو یعقوب بن سکیت جو غالباً مولوی صاحب کا ہم طریق نہ تھا بولا کہ ان دونوں سے قنبر حضرت علی کا غلام بہتر ہے۔ چہ جائیکہ امام حسنؑ و امام حسینؑ سے مقابلہ کیا جائے۔ ابن سکیت کی یہ بات سُنکر متوکل نے اُس کو مروا ڈالا۔ تاریخ الخلفاء شاید مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت علی کی شہادت کے متعلق تاریخ ضربت سے تاریخ شہادت تک ماہ رمضان

میں مجالس عزا منعقد ہوتی ہیں اور رنج و غم کیا جاتا ہے البتہ حضرت علی کی شہادت سے جناب عائشہ کو خوشی ہوئی اور اس خوشی میں چند اشعار بھی نظم فرمائے جن کو علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیات الحیوان میں لکھا ہے اور علامہ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب مغازی رسول میں امام مسروق سے ایک روایت لکھی ہے۔ امام مسروق تابعی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب عائشہ نے اپنے غلام حبشی عبدالرحمن نامی کو بلایا جب وہ حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے مسروق تم جانتے ہو کہ میں نے اس غلام حبشی کا نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو جناب عائشہ نے فرمایا چونکہ قاتل علی کا نام عبدالرحمن تھا اس لیے مجھے یہ نام رکھنا اچھا معلوم ہوا۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے امام حسنؑ عبداللہ بن زبیر کی شہادت لکھی ہے کہ واقعی امام حسن کی شہادت اُسی زہر سے ہوئی جو معاویہ نے خفیہ طور پر امام حسن کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے پاس بھیجا تھا ایک لاکھ درہم اور اپنے بیٹے یزید کے ساتھ نکاح کرنے کا لالچ دیا تھا۔ دیکھو استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۴ مروج الذہب اور معاویہ نے حضرت امام حسن کی شہادت کی خبر سُن کر اپنے محل میں خوشی کے مارے اس زور سے تکبیر کہی کہ دور تک آواز پہنچی فاختہ بنت قرظہ نے معاویہ سے وجہ پوچھی تو معاویہ نے کہا کہ امام حسنؑ کی وفات کی خبر سُن کر۔

امام حسنؑ نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے جد بزرگوار حضرت رسول خدا کے پاس دفن کرنا۔ مگر مروان و جناب عائشہ نے وہاں دفن نہ ہونے دیا۔ جناب عائشہ نے فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے میں کبھی حسنؑ کو اس میں دفن نہ ہونے دونگی۔ پس حضرت کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا تاریخ ابو الفدا مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۸۳ اور تاریخ روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳ و روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا۔

اب رہے عبداللہ ابن زبیر سو جب ان کی خلافت ہوگئی تو اُنھوں نے جناب محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام حسینؑ کو بیعت کے لیے مجبور کیا تو محمد بن حنفیہ نے فرمایا جب تک تمام اُمت کا اجماع نہ ہوگا ہم بیعت نہ کرینگے اتنے میں مختار ثقفی کا تسلط پورے طور پر کوفہ میں ہوگیا تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے پھر محمد بن حنفیہ پر تشدد کیا۔ اُنھوں نے پھر بیعت کرنے سے انکار کیا تو عبداللہ بن زبیر نے ان کو اور اُن کے ساتھیوں کو چاہ زمزم کے قریب کسی جگہ قید کر دیا قتل کی دھمکی دی اور اُن کو جلا ڈالنے کی قسم کھائی اور بیعت کے لیے ایک زمانہ مقرر کر دیا۔ اور اُن کے جلا ڈالنے کے لیے لکڑیاں جمع کر دیں۔ مدت معین میں دو روز باقی رہ گئے تھے کہ مختار کے لشکر نے انھیں قید سے چھڑایا۔ کیونکہ اس واقعہ کی خبر مختار کو دیدی گئی تھی جب مختار قتل ہوگیا تو عبداللہ بن زبیر نے عروہ بن زبیر اپنے بھائی کو محمد بن حنفیہ کے پاس بیعت کے لیے بھیجا تو محمد بن حنفیہ نے کہا خدا بُرا کرے تیرے بھائی کا کہ اس کو کس قدر اصرار ہے اُن باتوں میں جن سے خدا غضبناک ہوا اور وہ خدا سے غافل ہوگیا۔

جب یہ خبر عبدالملک کو ہوئی جو شام میں خلیفہ بن رہا تھا تو اس نے آپ کو شام بلا بھیجا چنانچہ آپ روانہ ہو کر مقام مدین پہنچے تو آپ کو کچھ شک ہوا تو وہاں سے واپس آکر مکہ میں شعب ابو طالب میں مقیم ہوے تو پھر عبداللہ بن زبیر نے بیعت کا تقاضہ کیا

تو محمد بن حنفیہ نے یہ بددعا کی کہ خدایا عبداللہ بن زبیر کو لباس خواب پہنا اور ایسے شخص کو اسپر مسلط کر جو اس طرح عذاب کرے جس طرح یہ لوگوں پر عذاب کرتا ہے چنانچہ حجاج بن یوسف نے اُس کو کعبہ کے اندر ہی قتل کر دیا دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۹۷-۹۸-۹۹

تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے عبداللہ کے والد زبیر اور جناب طلحہ کی شہادت کا کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں اور ممبران شوریٰ میں سے تھے جناب زبیر کو تو ابن جرموز نے قتل کر دیا تھا اور حضرت طلحہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ مروان انہیں کی فوج میں اُن ہی کے ماتحت تھا

مولوی صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ اہلحدیث اہلبیت سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو قدرت خدا کی عجوبہ نشانیوں سے انکار ہے کیونکہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت پر تو خداوند عالم کا یہ اہتمام کہ ستر ہزار فرشتوں کو قبر پر تعینات فرمایا ہے جو قیامت تک امام حسین پر روتے رہیں گے۔ جیسا کہ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو آسمان حضرت پر روتا رہا اور اس کا رونا اس کا سُرخ ہو جانا تھا۔

جب سر امام حسین علیہ السلام کو لے کر شام کی طرف جا رہے تھے۔ تو پہلی ہی منزل پر غیب سے ایک آہنی قلم نمودار ہوا اُس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اترجو امۃ قتلت حسینا
شفاعۃ جدہ یوم الحساب

سر امام حسین کو جب دمشق میں پھرا رہے تھے تو ایک شخص کو سورۂ کہف پڑھتے سُنا جب وہ اس آیت پر پہنچا کانو من آیاتنا عجبا تو سر مبارک امام حسین کو اللہ تعالیٰ نے گویا کیا اور سر نے بزبان فصیح کہا کہ اصحاب کہف کے قصے سے میرے قتل کا قصہ اور میرے سر کو اُٹھائے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔ امام حسینؑ پر جنوں نے نوحہ کیا اور روئے۔ جناب جبرئیل نے مقتل امام حسین کی یعنی کربلا کی مٹی لا کر رسول اللہ کو دی اور رسول اللہ نے جناب ام سلمہ کو دی اور جناب ام سلمہ نے اُس مٹی کو ایک شیشہ میں رکھا جو بروز قتل امام علیہ السلام خون ہو گئی۔ جو لوگ قتل امام حسین علیہ السلام میں شریک تھے اُن میں سے ایک کا آلہ تناسل اتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ اس کو اپنی کمر سے باندھتا تھا۔ خداوند عالم نے وحی کی رسول اللہ کو کہ میں نے یحییٰ بن ذکریا کے عوض ستر ہزار آدمیوں کو مارا اور آپ کے نواسے کے عوض ستر اور ستر ہزار کو مارنے والا ہوں۔ شہادت امام حسین پر جو پتھر اُٹھایا جاتا تھا اسکے نیچے سے تازہ خون سرخ نکلتا تھا۔ تین روز اندھیرا رہا۔ اگر کسی نے اپنے منھ پر زعفران ملا تو اس کا مُنھ جل گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو خدائی اہتمام تھا اب سُنیے کہ عبداللہ بن عباس اور جناب ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا۔ جناب رسالتمآب کو کہ اُن کے بال پریشان ہیں اور چہرہ غبار آلودہ ہاتھ میں ایک شیشہ شہدا کے خون سے بھرا ہوا مقتل امام حسین سے تشریف لائے ہیں پوچھا کیا حال ہے یا رسول اللہ تو حضرت نے فرمایا کہ مقتل حسین سے آرہا ہوں اور یہ خون ہے حسینؑ کا اور اسکے ساتھیوں کا جس کو میں نے صبح سے اٹھایا ہے۔

یہ چند روایات سر الشہادتین مولفہ شاہ عبدالعزیز مرحوم

سے لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب میں ایسی صحیح روایات ہیں جیسی کہ مولوی صاحب کو صحیح روایات کی تلاش ہے کیونکہ نواب صدیق حسن خان صاحب جو ائمۂ اہلحدیث سے ہیں باین الفاظ ان کی صحت کی تصدیق کیا ہے۔ گرچہ اصح التوالیف دریں باب رسالہ سر الشہادتین تالیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی است دیکھو حج الکرامۃ صفحہ ۱۷۶ نواب صاحب۔

شاہ صاحب سال بھر میں اپنے گھر میں بھی دو مجلس عاشورہ کے دن یا اس سے دو دن پہلے کیا کرتے تھے ان میں چار یا پانچ کبھی کبھی ہزار کے قریب لوگ جمع ہوتے تھے۔ درود پڑھتے تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کے فضائل اور شدائد و مصائب اور قاتلوں کی بد انجامی کے متعلق احادیث معتبرہ سے بیان کیے جاتے ہیں اور مرثیے بھی ذکر کیے جاتے ہیں جنھیں حضرت ام سلمہ اور دیگر صحابہ نے جنوں اور پریوں سے سنا ہے۔ اکثر حاضرین پر اور اس فقیر پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اس کے بعد ما حضر پر فاتحہ دیا جاتا ہے اگر یہ چیزیں جائز نہ ہوتیں تو کبھی فقیر اُن پر اقدام نہ کرتا اسکے بعد امام شافعی کا شعر لکھا ہے۔

لو کان حُبّ آل محمد رفضاً

فلیشهد الثقلین انی رافضاً

یہ فتاوائے عزیزیہ مطبع مجتبائی دہلی میں صفحہ ۷۰ چھپا ہے

آخیر میں مولوی صاحب نے یہ سوال پیش کیا ہے کہ آجکل کی سیاست کے لحاظ سے کیا کسی ناکام پارٹی کی یادگار منائی جاتی ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ خود مولوی صاحب کے شہر امرتسر میں جلیانوالہ معاملہ کی سالانہ یادگار برابر منائی جاتی ہے در اصل فتح و شکست سے کوئی تعلق اس یادگار کا نہیں ہے بلکہ مظالم اور شدائد و مصائب اور قاتلوں کی بد انجامی ظاہر کی جاتی ہے۔

آخیر میں مولوی صاحب کی خدمت میں التماس یہ ہے کہ انھوں نے جو لکھا ہے کہ اہلسنت یعنی اہلحدیث سب شہداء کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں سو یکساں برتاؤ کی ان کے ہاں کیا شکل ہے حالانکہ سُنت رسول اللہ تو یہ ہے کہ انہی سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب جناب خدیجہ کی موت کے بعد ان کا بہت ذکر کیا کرتے تھے اور اُن کے لیے استغفار فرمایا کرتے تھے اور اُن کی مدح و ثنا بیان کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کا اکرام فرمایا کرتے تھے اکثر بکرا ذبح فرماتے تھے تو ران و دست اُن کے قربیوں کو بھیجا کرتے تھے اور جو بڑھیاں ان کے پاس آتی تھیں ان کا اکرام فرماتے تھے۔ فردوس آسیہ صفحہ ۴۷ -

جناب عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت کا معمول تھا کہ دولت خانہ سے باہر نہ جاتے جب تک کہ جناب خدیجہ کی مدح و ثنا نہ فرماتے۔ اصابہ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۴۷ والسلام
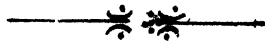
واقعۂ کربلا کی حکیمانہ توجیہات

(از عالی جناب محسن الملت مولانا مولوی سید محمد محسن صاحب نیر و نگار نجم الملۃ طاب ثراہ)

کربلا کی سرزمین پر ہاشمی دلیروں نے اپنے بہادرانہ استقلال سے اموی فتنہ و فساد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس بہترین طریقہ پر عالم اسلامی سے دُور کر دیا اس کو زمانے کے حافظے نہ کبھی فراموش کر سکے ہیں اور نہ آیندہ زمانہ کی انقلاب آفرین گردشیں اُن کو ہم آغوش زوال بنا سکتی ہیں حسین کے اقدامات کا دائرہ جہاں تک مادیت کی سرحدوں سے ٹکراتا ہے وہاں تک اس واقعہ کے عملی شواہد کا ذخیرہ شبہہ کی تاریک سے تاریک ترین ظلمتوں کو اس واقعہ کی گرد پا تک بھی نہیں پہونچنے دیتا لیکن جو کچھ سوال ہوتا ہے وہ ان اسباب و علل کی تشریح کے متعلق جو اس واقعہ کے تاریخی سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں انھیں اسباب و علل کی حقیقت پر غور کرنے کے لیے ہم ذیل میں چند سرخیاں قائم کرتے ہیں جو واقعہ شہادت کی اہمیت کی نقاب کشائی کرنے کے ساتھ ساتھ اس قربانی کے بنیادی اسباب پر بھی روشنی ڈال سکیں گے۔

حسین ابن علی کا سفر

اس سرخی کے ذیل میں فطرتاً دو سوال سامنے آتے ہیں اول تو یہ کہ مدینہ سے نکلنا حسین ابن علی کی حرکت ذاتی ارادہ کے ماتحت تھی یا بربنائے دعوت اس سوال کا تو صرف اتنا ہی جواب ہو سکتا ہے کہ حسین ابن علی کربلا میں خود نہیں آئے تھے؟ بلکہ مہمان کی حیثیت سے آئے تھے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سفر کے نتائج کیا ہوئے؟ یہ سوال یقیناً تفصیل چاہتا ہے اسلیے ہم ذیل میں اسکی مختصر الفاظ میں تشریح کرنا چاہتے ہیں تاریخیں گواہ ہیں کہ جب حسین ابن علی کربلا میں آئے اور اسکی خبر والی کوفہ کو پہونچی تو اسنے پسر سعد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ پسر سعد کو اپنے اس عظیم جرم کا احساس تھا اور وہ اس امر پر تیار نہ ہوتا تھا مگر اس کو دنیا اور طمع حصول زر اور جاہ طلبی نے اپنی آہنی زنجیروں میں جکڑ لیا اور وہ حسین سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا مگر اسپر بھی حسین ابن علی

پہلی صلح کی کوشش

جب پسر سعد نے کربلا میں آنے کے بعد صلح کی کوشش کی اور اُس نے ایک شخص کو تصفیہ کے لیے امام کی خدمت میں بھیجا، تو امام نے اسکا جواب ویسا ہی مصالحت آمیز دیا۔ یعنی یہ کہ مجکو تمھارے شہر کے لوگوں نے بلایا اب اگر میرا آنا ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ پسر سعد نے اس گفتگو کی خبر ابن زیاد کو دی۔ مگر اُس ظالم و سفاک نے جواب دیا کہ حسین اگر بیعت یزید کر لیں تو اُن سے صلح کی گفتگو ہو سکتی ہے ورنہ اب جب وہ ہمارے قبضہ میں موجود ہیں تو بچ کر کہاں جائیں گے؟ اس جواب کو پڑھ کر پسر سعد کو یقین ہو گیا کہ اب جنگ ضروری ہے اسلیے کہ حسین بیعت پر تیار نہ ہونگے اور ابن زیاد اپنے قول سے نہ ہٹے گا اس لیے اسکے بعد سے حسین کے چھوٹے سے لشکر کے مقابل ہزاروں جنگجو سپاہی آنا شروع ہو گئے اور یہ مکمل طور پر طے ہو گیا کہ جنگ ضرور ہوگی۔

قبل از جنگ گفتگوئے مصالحت

یہ تو قریب قریب طے ہو ہی چکا تھا کہ جنگ ضرور ہوگی مگر باوجود اسکے معلوم ہوتا ہے کہ شب عاشور پھر گفتگوئے مصالحت ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں تاہم اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا

گفتگو میں کیا طے ہوا کچھ لوگ کہتے ہیں جو یزید کے طرفدار ہیں کہ معاذ اللہ حسینؑ نے خواہش کی کہ مجھکو یزید کے پاس لے چلو میں بیعت کر لوں گا اور بعض نے اسکی سخت ترین رد بھی کی ہے۔ ان تمام قیاس آرائیوں میں راویوں کا جس امر پر پورے طور سے اتفاق ہی وہ یہ کہ مجھے کسی دوسری جگہ چلا جانے دو یہاں تک کہ یہ لوگ خود فیصلہ کر لیں اور یہ روایت بھی مشہور ہے کہ امام نے ہندوستان آنے کی خواہش کی جب اس گفتگو کی خبر پسر سعد نے ابن زیاد کو دی تحریر ہے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر کا جو کچھ اثر ابن زیاد پر ہوا تھا اس کو شمر ملعون نے یہ کہکر دھو کا دیا کہ اب حسین جبکہ آپ کی حدود سلطنت میں آ گئے ہیں تو اُن کو نہ چھوڑیے اس لیے کہ اگر حسین چلے گئے تو ہم ذلیل ہو جائیں گے اور عزت اُن کی ہوگی۔ شمر کی اس نصیحت کے بعد ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ میں نے تجھکو حسینؑ کے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو ان کے ساتھ مراعات کرے میرا آخری فیصلہ یہی ہی کہ اگر حسینؑ میرے حکم کی تعمیل کریں تو خیر ورنہ اُن کا قتل کیا جانا ضروری ہے۔ اور اسی خط میں ابن زیاد نے اس کا بھی اظہار کر دیا کہ اگر تو اسکے خلاف گیا تو تیری جگہ شمر سردار لشکر ہوگا اور تیرا سر قلم کر دیا جائے گا۔

نویں تاریخ کا مختصر حال

جب یہ خط پسر سعد کو ملا تو نویں تاریخ تھی۔ آہ یہی وہ تاریخ ہی کہ جس کی شام اولاد رسول کے لیے خزاں بن کر نمودار ہوئی۔ مگر اس آئینہ الٰہی خزاں کو حسینؑ نے دور کیا اور اپنے خون سے شجرۂ اسلام کو سینچ کر سرسبز و شاداب کیا۔ اس تاریخ کی شام ہونے سے پہلے پسر سعد نے حسین سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جب ادھر سے لشکر حملے کے لیے چلا تو یہ وہ موقع تھا کہ حسین ابن علی اپنے خیمہ پر موجود تھے اور کچھ نیند غالب تھی جناب زینبؑ اپنے بھائی کو مطلع کیا کہ بھائی لشکر آ رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں جناب رسالتمآب کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ حسین تم میرے پاس بہت جلد پہنچو گے۔ بہر جناب زینبؑ ہیں اور حسین نے تسکین دی اور جناب عباس سے یہ فرمایا کہ جاؤ بے وقت حملے کا سبب دریافت کرو جناب عباس اپنے ہمراہ چند آدمی لے کر تشریف لے گئے اور دریافت کیا دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ ابن زیاد کا یہی حکم ہی کہ اگر حسین اطاعت قبول کریں تو خیر ورنہ فوراً جنگ شروع کر دی جائے جناب عباس نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ سے مطلع کیا تو امام نے جواب دیا کہ اگر یہ لوگ جنگ پر آمادہ ہیں تو ایک شب کی مہلت لے لو امام کی خواہش جناب عباس نے لشکر مخالف کے سامنے پیش کی جس کو اختلافات کے بعد منظور کیا گیا اور امام کو ایک شب کی مہلت مل گئی اب میں دریافت کروں گا کہ کیا حسین نے یہ ایک شب کی اجازت کسی دنیاوی کام کے لیے طلب کی تھی؟ نہیں بلکہ یہ بتانے کے لیے ہم آخری لمحات میں بھی عبادت رب ترک نہیں کرتے حسین نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور اجازت دی کہ جس کا جہاں دل چاہے چلا جائے مگر جان فدا کرنے والے اصحاب جدا نہ ہوئے اور شب تمام ہمی واہلبیت رسول نے جاگ کر عبادت خدا میں گذاری جب عاشورہ کا دن نمودار ہوا اور لشکر کی صف بندی ہو گئی تو حسین لشکر مخالف کے سامنے آئے اور اپنے حسب و نسب پر روشنی ڈالی اور ملکی سیاسیات سے اپنی مکمل علیحدگی کا اعلان کیا لیکن ان کی ان تمام اصلاحی کوششوں کے بعد نتیجہ وہی تھا جو قسام ازل نے اموی جاہ پرستوں کیلیے مقدر کر دیا تھا اموی ہٹ دھرمی نے اپنے مطالبات سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا اور بالآخر کربلا کی اس سرزمین پر ہاشمی نبرد آزمائیوں کی رگ گلو سے خون بہتے ہوئے قطروں نے قیامت تک کے لیے ہاشمی عزم کا جلی طغرا اور بنی امیہ کی سفاکیت و بربریت کی وہ ظلمانی

ثقۃ الاسلام حضرت مولانا محمد شبیر صاحب قبلہ مجتہد کا احتجاج

شیعیان ہند کیلئے لمحہ فکریہ!!

میں اگرچہ اپنا سفرنامہ عراق و ایران مختصر طور پر شائع کر چکا ہوں۔ جو اخبار شیعہ کے کالموں میں ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا۔ لیکن اس سفرنامہ کا ایک اہم جزو جو خان صاحب طاہر حسین قریشی وائس کونسل بغداد و عراق سے متعلق تھا۔ صرف اس لیے نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے آفس بغداد میں اپنی اُن خامیوں اور حق تلفیوں کی معذرت خواہی کی تھی۔ جن کا میں عینی شاہد تھا۔ اور میں نے ان چشم دید واقعات سے متاثر ہو کر انھیں تنبیہ کرتے ہوئے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آئندہ اپنے ناروا طرز سے احتراز کرکے اپنی اصلاح کرینگے۔

لیکن مجھے پے درپے نہایت معتبر ذرائع سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہے۔ بلکہ اپنی زبانی معافی اور میری خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور میرے ان ناصحانہ کلمات کو نظر انداز کرکے جو اُن کے لیے دنیا و آخرت میں مفید اور شیعیان ہند کے لیے باعث اطمینان ہوتے۔ حضرات علمائے کرام و اکابر قوم شیعہ کے خلاف ایسی کارروائیاں کر رہے ہیں کہ جن سے ان حضرات کی شخصیت کا وزن اور ان کا مذہبی وقار سبک ہو سکے اس لیے میں احتجاجاً حکومت برطانیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ موصوف اپنی اخلاقی کمزوریوں اور مستحقین کی حق تلفیوں اور عداوت علماء کرام و مجتہدین عظام اور توہین و ایذا رسانی طلاب نجف اشرف و کربلائے معلی اور تذلیل و تکلیف مجاورین و زائرین کی وجہ سے شیعیان ہند کی نظر میں ناقابل اعتبار ثابت ہو چکے ہیں اور ان کے ان افعال ناروا کی جرأت و جسارت کا سبب قوم شیعہ کے وقف شدہ لاکھوں روپیہ کا باختیار اپنے حسب منشا تصرف ہے جو ان کی خامیوں کی پوشیدگی میں بھی ایک حد تک اثر انداز ہے۔ اگرچہ میرے سامنے ان کی معافی اور آئندہ کے لیے ان کا عہد بھی ان کی کمزوریوں کا واضح ثبوت ہے لیکن میرے پاس ان کے ناشائستہ حرکات کے صحیح واقعات اور چشم دید حالات بکثرت موجود ہیں جو بوقت ضرورت منظر عام پر لائے جا سکتے ہیں۔

حکومت برطانیہ کی جانب سے وقف شاہان اودھ کا لاکھوں روپیہ خان صاحب طاہر حسین کے تصرف و اختیار میں باقی رکھا جانا شیعیان ہند کے قلوب پر اچھا اثر پیدا نہیں کر رہا ہے۔ اس لیے میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ حکومت برطانیہ شیعیان ہند کے فرائض مذہب اور قومی جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس رقم کثیر کی تقسیم کسی قابل اعتماد شخص کے حوالے کر دے جس کا انتخاب مجلس علمائے شیعہ ہندوستان کی رائے سے عمل میں لایا گیا ہو۔

میں نے اس معاملہ میں پہلا اور مخلصانہ قدم اٹھایا ہے اگر میری یہ گزارش مؤثر ثابت نہ ہوئی تو میں اپنے احتجاج کو قوت پہنچانے کے لیے شیعیان ہند کے سامنے صحیح واقعات رکھدوں گا اور مسلمانان ہند کے مسلم قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے

اس جائز احتجاج کو مسلم لیگ کے ارکان و عمائد کے سامنے پیش کر دیں۔

میں آخر میں علما نما افراد اور جبہ پوش حجاج
جذائرین اور رشوت خوار مجاورین کو آگاہ کرتا ہوں
جو دین و ایمان کو دنیا کے چند پیسوں پر فروخت کرتے
رہتے ہیں۔ کہ میں اپنے اس احتجاج کو کامیاب بنانے
کے لیے حق و صداقت کی راہ میں ہر قربانی پیش کرونگا
اور ہر بلا و مصیبت کے مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔

(نوٹ) اس کی کاپی مندرجہ ذیل پتوں پر روانہ کی گئی۔

(آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ)
(مسٹر محمد علی جناح بمبئی) (سر رضا علی خان صاحب دہلی)
(سر سلطان احمد خان صاحب) (دہلی)

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ	اخبار سرفراز لکھنؤ
اخبار نظارہ لکھنؤ	اخبار راستی جونپور
اخبار اختر فیض آباد	اخبار شیعہ لاہور
اخبار پیغام حسینی بمبئی	

سجاد حسین شاہ سکریٹری انجمن حیدریہ
ٹیکسلا پنجاب

زوار خانہ قومی کوٹہ کیلئے اپیل

ہمدردان ملت توجہ فرمائیں

زوار خانہ قومی کوئٹہ کا تعمیری کام عرصہ دو
سال سے شروع ہے۔ باوجود عمارتی سامان کی قلت اور
گرانی کے اراکین ایسوسی ایشن اس نیک کام کی تکمیل میں
مصروف ہیں۔ چنانچہ عمارت کا کچھ حصہ اور
چار دیواری مکمل ہو چکی ہے اور بقایا کام کی تکمیل
کے لیے امداد کی شدید ضرورت ہے۔ امسال زوار خانہ
کی امداد کے لیے عالی جناب خان بہادر چودھری
سید ارشاد حسین صاحب بالقابہ تعلقہ دار ردولی
ضلع بارہ بنکی یو۔ پی نے مبلغ صد روپیہ ارسال
فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ۔

اگر دیگر رؤسائے قوم اور ہمدردان ملت توجہ
فرمائیں تو یہ قومی عمارت چند دنوں کے اندر
ہی مکمل ہو سکتی ہے۔ محرم الحرام کا مہینہ ہمارے عزم و
استقلال اور قربانی کے مظاہرہ اور قومی امتحان کا
مہینہ ہے اگر مومنین کرام مجالس سید الشہدا میں اس کارِ خیر
کی امداد کے لیے اپیل کریں تو یقیناً کامیابی ہو سکتی ہے
لہذا جمیع مومنین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ براہ کرم
اپنے اس قومی فریضہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہر ممکن امداد
سے سرفراز فرما دیجیے زیادہ والسلام

ترسیل زر کا پتہ
آنریری سکریٹری نیگ مسلم شیعہ ایسوسی ایشن کوئٹہ

"بوڑھا مجاہد"

(از حضرت کمال صاحب عظیم آبادی)

حسینی فوج میں ایسے ضعیف العمر، کبیر السن اور بوڑھے افراد بھی شریک تھے جو بظاہر ضعف و ناتوانی سے میدان جہاد میں قدم رکھنے کے لائق متصور نہ ہوسکتے تھے .... مگر حسین ابن علی کی روحانیت اور صداقت کا یہ زور تھا کہ وہ نصرت دین میں جان دینے کو آمادہ ہوگئے .... مسلم ابن عوسجہ وہ مشہور صحابی ہیں جو امام کے سینہ پر اپنا خون گرادینا فخر سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ مجاہد جناب سرور کائنات کے اصحاب میں شمار کیا جاتا تھا۔

علامہ شیخ جعفر شوستری کی تحقیق ہے کہ جو بچہ عالم طفولیت میں امام حسین کی گرد قدم اپنے چہرہ پر ملتا تھا یہ وہی مسلم ہے۔ پیغمبر خدا نے ان کی محبت کی اپنے عمل سے داد دی اور حسن تلطف سے مسلم کو ممتاز کیا۔

مسلم ابن عوسجہ عرب کے ایک بہادر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ شجاعت اور بہادری ان کا موروثی وصف تھا خلافت دوم میں آذربائجان کی مشہور لڑائی کے موقع پر مسلم ابن عوسجہ کے خدمات نہایت گرانقدر تھے دشمن کی فوج کے چھ پہلوانوں کو مسلم نے تن تنہا قتل کیا اس بہادری اور مردانہ وار حملات کا تذکرہ باوجود دشمن انصاف ہونے کے فوج شام کے سپاہیوں کی زبان پر بھی آیا۔

شب عاشور جب امام اپنے اصحاب کے امتحان سے فارغ ہوے اور ہر مجاہد نے اظہار عقیدت میں ولولہ انگیز کلمات زبان پر جاری کئے اس وقت مسلم ابن عوسجہ نے جوش شجاعت میں عرض کیا تھا۔ کلا واللہ حتی اکسر فی صدورهم رمحی هذا و اضربهم بسیفی ما ثبت قائمه فی یدی ولا افارقك (خدا کی قسم میں اس طرح آپ کے دشمنوں کو قتل کروں گا کہ میرا نیزہ دشمنوں کے دلوں میں در آئے گا۔ اور جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے دشمنوں سے جہاد کرونگا اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

ولو لم یکن معی سلاح اقاتلهم به لقذفتهم بالحجارة ولم افارقك حتی اموت معك۔

(جب میرے آلات جنگ میں کوئی حربہ نہ رہے گا تو میں دشمنوں پر پتھروں سے حملے کرونگا مگر آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔)

مسلم ابن عوسجہ کا یہ ارادہ جو حضرت طالوت کے انداز جنگ سے ملتا ہوا تھا پورا نہیں ہوا (طالوت نے بھی جالوت کو پتھروں سے ہلاک کیا تھا) لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ مسلم ابن عوسجہ کی بات سچ ہوئی اور آخر تک تلوار کے قبضہ سے ہاتھ نہیں ہٹا۔

روز عاشور جب میدان جنگ کی رخصت کے لیے حاضر ہوے اور امام نے اجازت جہاد دی تو اس واقعہ کی تصویر کشی سپہر کاشانی اپنی تاریخ میں یوں کرتے ہیں۔

رخش راچوں برق خاطف بصرصر عاطف برسیاہ معادی زد۔ و بطعن و ضرب تور حرب را تفتہ ساخت

(ناسخ التواریخ ص ۲۶۵ جلد ۲ چھاپ بمبئی)

مسلم نے اپنے تئیں بجلی کی طرح دشمنوں پر گرادیا اور

مثل باد سموم کے بڑھے اور اپنی تلوار اور نیزہ سے تنور حرب کو مشتعل کر دیا۔ ایک پہلوان صف دشمن سے نکلا اور رد و بدل شروع ہوئی۔ مسلم نے اُس کے حملہ کا دفاعی جواب دیا اور تھوڑی ہی دیر میں پہلو پر اس زور سے نیزہ لگایا کہ پسلیوں کو توڑ کر پار ہوگیا اور ایک ہی آن میں کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد ایک اور پہلوان گھوڑے کو مہمیز کرکے سامنے آیا۔ مسلم نے اُس کو بھی گھوڑے سے گرا کر ختم کر دیا۔ اسی طرح اس ضعیف العمر مجاہد نے پچاس پہلوانوں کو تہ تیغ کیا۔

اس عظیم الشان جہاد میں مسلم زخمی ہوئے اور جراحتوں کی کثرت سے نڈھال ہوکر گھوڑے سے گر پڑے۔ امام اپنے حبیب کے ساتھ بالین پر آئے مسلم عالم احتضار میں تھے مگر اُس وقت بھی محبت کا رشتہ ٹوٹنے نہیں پایا آنکھ کھول کر دیکھا اور امام کے چہرہ پر آخری نظر ڈالی فرزند رسول نے فرمایا یرحمک اللہ یا مسلم فمنھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (اے مسلم خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے)

مسلم نے زندگی کا ڈوبتے ہوئے کرنے والی آنکھوں سے روئے امام دیکھ کر فداکارانہ خدمتوں کی مقبولیت کا اندازہ کرنا چاہا۔ اور امام نے جنت کا مژدہ سنا کے مطمئن فرما دیا۔

حبیب ابن مظاہر نے کہا اے مسلم اگر میں سمجھتا کہ تمہارے بعد زندہ رہوں گا تو کہتا "مجھ سے وصیت کرو" لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان ہی لمحات میں میں بھی تم سے آکر ملتا ہوں۔

مسلم نے جواب دیا "اوصیک بھذا" اے حبیب میرے امام کا ساتھ نہ چھوٹے۔ یہ کہتے کہتے موت کا پسینہ آیا اور وہ جانباز بہادر جنت کو سدھارا۔

قرآن مجید نے انسانی کامیابی کا معیار یوں پیش کیا ہے "والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" عصر کی قسم بے شک لوگ نقصان میں ہیں مگر جو لوگ ایمان لائے اچھے کام کرتے رہے اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔ (ترجمہ مولوی حافظ فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۵۹ مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ)۔

جناب مسلم کے ایمان کا کیا کہنا عمل صالح جہاد سے بہتر اور کیا ہوگا۔ ایمان و عمل کی دونوں منزلوں سے گزرنے کے بعد اب یہ حسینی مجاہد قرآن پر عمل کرتے ہوئے دنیا سے گزرتا ہے اور نصرت امام کی وصیت کرکے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کی تعمیل کی اور دنیا کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہدیا۔

مسلم ابن عوسجہ کے قتل میں فوج شام کے چند بدبخت جن کے نام حسب ذیل ہیں شریک تھے۔

عبداللہ ضبابی ۔ عبداللہ ابن خشکارہ بجلی۔ مسلم ابن عبداللہ ضبابی۔

ان تین نامردوں نے اس فرد فرید پر پوری طاقت سے حملے کئے تھے جس کے نتیجہ میں مسلم نے اپنے امام کے روبرو جان دی۔ ہمارے امام عصر حضرت حجت علیہ السلام نے مسلم ابن عوسجہ پر سلام کرتے ہوئے اُن کی مرقومہ بالا گفتگو کا ذکر کیا ہے اور شب عاشور اس مجاہد نے جس پامردی اور بہادری کے ساتھ نصرت کا ارادہ کیا تھا اُس کو نظر امتنان سے دیکھا ہے۔

زیارت میں امام کے مخصوص الفاظ ہیں شہید راہ خدا

کے لیے یہ ہیں :-

"کنت اوّل من شری نفسہ واوّل شہید من شہداء اللہ" (آپ پہلے وہ شخص ہیں جس نے نصرت حسین میں اپنی جان عزیز نثار کی اور شہدائے راہ خدا میں آپ پہلے شہید ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اولیت کا کیا راز ہے ؟-

اگر شہرت کی بنا پر حُر ابن یزید ریاحی کو لشکر حسین کا ہراول تسلیم نہ کیا جائے تو عبداللہ ابن عمیر وہ پہلے شخص ہیں جو حسینی فوج سے نکل کر شہید ہوئے

شہدائے کربلا میں یہ تقریباً نویں شہید تھے لیکن امام کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ مسلم ابن عوسجہ سب سے پہلے شہید ہیں - ممکن ہے اس کے یہ معنی ہوں کہ مسلم نے کوفہ سے حسینی آواز پر لبیک کہنے میں دیگر اصحاب پر سبقت کی ہو، یا امام حسینؑ کے ہم سنوں میں مسلم کا پہلا نمبر ہو - یا اپنے قبیلہ کے پہلے شخص ہوں جس نے فرد شہداء میں اپنا نام ثبت کیا -

اسکے علاوہ مسلم ابن عوسجہ کو یہ بھی خصوصیت حاصل تھی کہ ان کا یتیم ، باپ کی شہادت کے بعد نصرت امام حسینؑ میں کام آیا - اور مسلم نے اپنی نسل پیغمبر کے چشم و چراغ پر فدا کر دی -

شہدائے کربلا میں مسلم ابن عوسجہ کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ ان کی بی بی اہلبیت اطہار کے ساتھ اسیر ہوئیں

اور عالم بیوگی میں قید کی سختیاں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

اپنے سرتاج مسلم ابن عوسجہ کو کھو کر اولاد ایسی گرانقدر دولت بھی دین پر نثار کر دی - نہ شوہر باقی رہا نہ فرزند -

---

یہ ہی وہ اسلامی جذبہ جس نے دنیا میں آج اتنے مسلمان پیدا کر دیے اور حسین ابن علی کی حقیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہی کہ اُن کو بچے، بوڑھے عورت ، مرد سب حق پر سمجھتے تھے -

اے حسین ابن علیؑ ! یزیدی فوج نے کتاب اسلام کا ورق پلٹ دیا لیکن خدا گواہ دنیا کی تاریخیں حقیقت و صداقت کے واقعات کو ابھار ابھار کر یاد دلا رہی ہیں -

نورانی صورتیں خاک میں ملا دیں مگر اُن کی ناقابل فراموش یاد ، لاثانی تذکرے - دنیا کے لوحوں سے محو نہیں ہوسکتے -

ان کے زریں خدمات قیامت تک سنہرے حرفوں میں جبین تاریخ پر نقش رہیں گے - . . .

یالیتنی کنت معکم فافوز فوزا عظیما

راہ نجات کیا ہے

از عالیجناب مولانا ممتاز حسین صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین

راہ نجات ماہواری زبان گجراتی کا وہ اخبار ہے جو اکاون سال سے زیر سرپرستی فخر الحاج جناب حاجی غلام علی صاحب ابن حاجی اسمٰعیل صاحب خوجہ قوم کے لیے بھاؤنگر کاٹھیاواڑ سے جاری ہے جناب حاجی صاحب موصوف کی ذات والا صفات قوم خوجگان میں ایک ممتاز ذات ہے جب سے خوجہ قوم نے مذہب حقہ اثنا عشری قبول کیا موصوف کی ہستی اس قوم کی مرجع وماوی رہی ہے موصوف نے متعدد مذہبی کتب فارسی و اُردو وکتب ادعیہ وغیرہ کے تراجم زبان گجراتی میں کر کے اور اپنے اس ماہواری اخبار کے ذریعہ سے بہت کچھ قوم کی رہنمائی فرمائی حال میں بسلسلہ تبلیغ علاقہ کاٹھیاواڑ بھاؤنگر میں جانے کا اتفاق ہوا اور حاجی صاحب موصوف سے ملاقات کا موقع ملا دوران گفتگو میں موصوف سے معلوم ہوا آپ کا پرچہ عرصہ دراز سے کاٹھیاواڑ کچھ افریقہ میں جاتا ہے جس سے سیکڑوں مومنین دینی معلومات وفوائد حاصل کرتے ہیں علاوہ ازیں آپنے متعدد دیہات میں مدارس ابتدائی دینی تعلیم کے لیے جاری کرائے اور ان کی امداد کی۔ افریقہ وغیرہ سے ہزارہا روپیہ خمس ونذر وغیرہ آپ کی معرفت علمائے کرام نجف اشرف ولکھنؤ وغیرہ بھیجا گیا جنگ ۱۹۱۴ء میں بوجہ قحط سالی وجنگی شدائد کے مومنین کی حالت ابتر ہو رہی تھی موصوف نے اس وقت اعانت کی تحریک کر کے رقم خطیر سے مومنین نجف اشرف وکربلائے معلٰی کی اعانت فرمائی اسی طرح برابر آپ قومی ومذہبی امور میں پیش در پیش حصہ لیتے ہیں چنانچہ آپ نے ایک فنڈ برائے اعانت مدارس تعلیم اطفال وغیرہ قائم کر رکھا ہے اور اسی کے ذریعہ کفالت مدارس وغیرہ ہوتی ہے اسکے علاوہ ایک بورڈنگ ویتیم خانہ بھی قائم ہے جس میں دس بارہ اطفال تعلیم وتربیت پا رہے ہیں غرض موصوف کی ذات سے مذہب وقوم کو بہت کچھ فوائد حاصل ہوتے رہتے ہیں مگر جناب حاجی صاحب موصوف کی زبانی یہ بات معلوم ہو کر افسوس ہوا فی الحال قوم کی بے توجہی کی وجہ سے اخبار راہ نجات اور فنڈ کی آمدنی بہت کم ہو گئی ہے جس کی وجہ سے کارہائے خیر مشکل سے انجام پذیر ہو رہے ہیں لہذا قوم کو خصوصًا اور خوجہ حضرات کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہم زبان مذہبی اخبار کو کثرت سے خرید فرمائیں نیز فنڈ کی بھی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

چھ ہزار روپیہ کی گرانقدر اعانت

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی یہ انتہائی خوش قسمتی بلکہ مدرسہ کے شاندار تبلیغی خدمات کے سبب اسکی ہردلعزیزی کا یہ روشن ثبوت ہے کہ اس محیر العقول موجودہ اقتصادی کشمکش کے دور میں ایسے باہمت اور دریا دل افراد بھی محترم قوم میں موجود ہیں جو اپنے اس محبوب دینی ادارے کی اعانت ہر حال میں ضروری اور موجب ثواب تصور کرتے ہیں۔

جریدۂ سرفراز نیز دیگر قومی اخبارات میں بعض معطیین کے اسمائے گرامی کا بعد شکریہ اعلان ہو چکا ہے۔ آج حسب ذیل حضرات کے مخلصانہ عطایا نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

عالی جناب خان بہادر سردار عبد الصمد خان صاحب بی۔ سی۔ ایس ریٹائرڈ اَلسمار

عالی جناب حاجی رجب علی صاحب پی ابراہیم بمبئی اعطا
عالی جناب حبیب اینڈ سنس صاحب نے بذریعہ حاجی رجب علی صاحب } ۵۵۰۰ صہ

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ بعض مومنین کاٹھیاوار نے تقریباً ساڑھے گیارہ سو روپیہ بذریعہ جناب مولوی سید ممتاز حسین صاحب قبلہ مدرسہ کو ارسال فرمائے ہیں دیگر حضرات واعظین کی معرفت بھی قابل قدر امداد مدرسہ کی ہوئی ہے جس کی تفصیل بہت جلد اخبار میں پیش کر دی جائے گی۔

میں عطا کنندگان کا صرف مدرسہ کی طرف سے نہیں بلکہ تمام قوم کی طرف سے شکریہ پیش کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ دیگر ارباب ہمت بھی توجہ فرمائیں کیونکہ مدرسہ کا عظیم الشان تبلیغی کام ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپیہ کے محفوظ سرمایہ کا محتاج ہے۔ اپنے مدرسہ کی اعانت فرماتے وقت دنیا کے دوسرے مشنوں کو یاد رکھنا چاہیئے جہاں کروڑوں روپیہ بھی تبلیغ کے لیے ناکافی سمجھے جاتے ہیں لہٰذا اگر اس مقدار میں نہیں تو اقلاً چند لاکھ روپیہ کو فکزڈ ڈپازٹ ہمارے پاس ضرور ہونا چاہیے۔ نزاکت وقت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اپنے خیال مذکور کے ماتحت دورہ کر سکوں فی الحال یہ چند سطور پیش کرتے ہوئے متوقع ہوں کہ اپنے لمحات فکریہ میں اہل کرم مدرسۃ الواعظین کو فراموش نہ فرمائیں۔

خادم الملۃ
سید محمد زکی عفی عنہ
آل حضرت نجم العلماء

ادارۂ عالیہ مدرسۃ الواعظین کو مزید امداد

سرکار متولی منتظم مدرسۃ الواعظین عالی جناب راجہ صاحب محمود آباد دام حشمتہ کی خدمت مین پانچ سو روپیہ کی گرانقدر رقم بد اعانت وصول ہوئی نیز دو سو روپیہ کی مزید رقم بذریعہ حضرت تاج العلما مولانا سید محمد زکی صاحب قبلہ اُن بزرگ نے مرحمت فرمائی ہے جنھون نے اس کے قبل پانچسو روپیہ عنایت فرمائے جس کا اعلان اسکے قبل کیا جاچکا ہے موصوف کی خواہش ہے کہ یہ روپیہ بد توسیع اشاعت الواعظ و مسلم ریویو برابر صرف کیا جائے ہر دو حضرات نے اشاعت نام کو منع فرمایا ہے اسلیئے صرف اس اعلان پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اس مین شک نہین کہ معطیان نے جس مخلصانہ طرز عمل کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ اپنی آپ مثال ہین خصوصًا ایسی حالت مین جبکہ یہ ہولناک اقتصادی کشمکش ایسے امور پر غور کرنے کا موقع نہین دیتی اس طرح دینی ادارون کی امداد کرنا اور پھر نام بھی نہ ظاہر کرنا انتہائی قابل قدر اور موجب تشکر و امتنان ہے ہم بصمیم قلب دست بدعا ہین کہ خداوند عالم ان حضرات کو طول عمر اور مقاصد مین کامیابی عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

وصولیابی چندہ بذریعہ فروخت ٹکٹ و رقوم مقررہ و غیر مقررہ

ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء

عالیجناب سید محمد حسنین صاحب دیرہ دون	صہ/
ماد ھوجی تہاور بھائی صاحب اثنا عشری بذریعہ جناب مولوی سید احمد رضا صاحب	
خوجہ جماعت کراچی	لہعہ ۹/
سکریٹری صاحب خوجہ جماعت ״	للعہ/
فروخت گھاس صحن مدرسہ	عہ/
سردار حسن علی خان صاحب قزلباش کربلائی ڈپٹی کلکٹر ریاست بھاولپور	للعہ/
فروخت گھاس صحن مدرسہ	۱۴/
فروخت بوتل روشنائی	۲/
بذریعہ جناب مولوی انصار حسین صاحب واعظ مدرسہ فروخت ٹکٹ	عہ ۲/
بذریعہ جناب مولوی محمد ظہور صاحب واعظ مدرسہ فروخت ٹکٹ	عہ/
جناب نور حسن صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاک خانہ گورگانون	صہ/
״ عاشق حسین صاحب ٹی ٹی جبلپور	للعہ/

اسمائے معطیان ذریعہ مولوی صابر حسین صاحب طالب علم

نام	رقم
جناب سید عاشق علی صاحب لیوید ضلع الہ آباد	عہ/
" شیخ ولایت حسین صاحب "	عہ/
" سید علی ضامن صاحب "	عہ/
" شیخ ہدایت حسین صاحب "	عہ/
" سید اخلاق حسین صاحب "	عہ/
" علی اصغر صاحب "	عہ/
" عبد الجلیل صاحب "	عہ/
" " " "	عہ/
" شبیر حسین صاحب "	عہ/
" " " "	عہ/
" اہلیہ " "	عہ/
" سید سبطین حسین صاحب "	عہ/
" سید عبد الجلیل صاحب "	عہ/
" " " "	عہ/
" " " "	عہ/
" اہلیہ اظہار حسین صاحب "	عہ/
" شیخ زوار حسین صاحب "	عہ/
" بابو لالتا پرشاد صاحب مختار "	عہ/
" اہلیہ حسینی صاحب "	عہ/
" شیخ شجاعت حسین صاحب "	عہ/
" " " "	عہ/
" " " "	عہ/
" سخاوت حسین صاحب "	عہ/
" کنیز کبریٰ صاحبہ "	عہ/
" اہلیہ شجاعت حسین صاحب "	عہ/
" سجاد حسین صاحب "	۴/
جناب والدہ صاحبہ شیخ شجاعت حسین صاحب	۴/
" اہلیہ شیخ ہدایت حسین صاحب لیوید ضلع الہ آباد	۴/
" " ولایت حسین صاحب "	۴/
" " شیخ شجاعت حسین صاحب "	۴/
" " عشرت حسین صاحب "	۴/
" " سید علی ضامن صاحب "	۴/
" " سید عاشق علی صاحب "	۴/
" " سید اخلاق حسین صاحب "	۴/
" " سید علی اصغر صاحب "	۴/
" سید غلام علی صاحب "	۴/
" اہلیہ " "	۴/
" نواب علی صاحب "	۴/
" اہلیہ سید عابد علی صاحب "	۴/
" سید صغیر حسین صاحب "	۴/
" اہلیہ " "	۴/
" اکن سلما دختر سید شبیر حسین صاحب "	۴/
" " " "	۴/
" بابو مرزا صاحب بسر "	۴/
" بانو "	۴/
" اہلیہ سید عبد العزیز صاحب "	۴/
" " " "	۴/
" " " "	۴/
" " " "	۴/
" سید الیاس حمید صاحب ضلع انبالہ	صہ/ ۹

نومبر ۱۹۴۲ء

شذرات

عالی جناب مولانا مولوی مرزا یوسف حسین صاحب

آپ حسب الطلب مومنین خیرپور میرس (سندھ) تشریف لے گئے۔ بروز عید مباہلہ مسجد جامع اہل شیعہ نو تعمیر میں جو باہتمام مولانا سید خادم حسین شاہ صاحب قبلہ مفتی ریاست خیرپور حال میں تعمیر ہوئی ہے۔ بعد نماز جلسہ شروع ہوا اور ۲½ ساعت ضرورت عمل خطبہ نماز اور خصوصیات عید مباہلہ کے موضوع پر تقریر فرمائی دوسرے روز موضوع سابق کا تتمہ ۲ ساعت میں بیان فرمایا۔ شمس آباد، لاہور وغیرہ میں بھی کار تبلیغ انجام دیتے رہے۔

مسماۃ شہزادی سکنہ کوچہ شاہ پیر الکھنؤ زوجہ داروغہ رمضان علی صاحب نے مذہب حقہ بخوشی قبول کیا۔

عالی جناب مولانا مولوی سید ممتاز حسین صاحب

آپ نے قصبہ کانود ریاست پاسن پور گجرات ہیڑہ سادات مظفر نگر کہلاودہ میرٹھ۔ کھتوڑہ مظفر نگر میں حسب ذیل موضوعات پر تقاریر فرمائی۔

سیرۃ نبوۃ، حقیقت نبوۃ، اسلام و تعلیم مساوات مودت آل رسول از قرآن۔

عالی جناب مولانا مولوی سید تحسیم الحسن صاحب کراروی

نے کوانہ ضلع آرہ میں فلسفۂ ازدواج پر تادیر تقریر فرمائی۔ سیوان ضلع سارن میں آپکے پاس برادران اہلسنت کا ایک وفد آیا اور آپ کو دعوت تقریر دی آپ نے بخوشی وعدہ کر لیا چنانچہ ۸ بجے شب کو تقریباً ۲½ ہزار مسلمانوں اور اہل ہنود کے مجمع میں ۱½ گھنٹہ (امیر المومنینؑ اور اسلام کے موضوع پر تقریر کی تمام مجمع بیحد متاثر ہوا۔

عالی جناب مولانا مولوی سجاد حسین صاحب۔ آپ ضلع ملتان میں مصروف کار تبلیغ ہیں جہاں آپ نے شہر کے سرآوردہ حضرات سے ملاقات کی۔ نیز ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملاقات کر کے دفعہ ۱۴۴ کا حکم منسوخ کرایا جس کی وجہ سے عزاداری جلالپور میں کافی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔

عالی جناب مولانا مولوی محمد ظہور صاحب۔ آپ کامٹی ہینگن گھاٹ ضلع وردھا سیوتی۔ نرسنگھ پور وغیرہ میں سرگرم تبلیغ ہیں۔ آپ نے وحدانیت، فضائل و سیرت انبیاء و آئمہ علیہم السلام امامت و رسالت پر تقریر فرمائی جو بحمداللہ کامیاب رہیں جبل پور میں عالی جناب ڈاکٹر اطہر حسن صاحب نے مجلس کی بنا رڈالی جسمیں تقریباً ایک گھنٹہ (ذریت اسحٰق و ابراہیم کا تقابل اور لسان صدق کا صحیح معداق) پر تقریر فرمائی۔

عالی جناب مولانا مولوی سید احمد رضا صاحب واعظ امام جمعہ و جماعت شیعہ جامع مسجد کراچی سندھ کھارادر

آپ نے قصبۂ کندرکی ضلع مراد آباد و قصبۂ کراچی سندھ وغیرہ کا دورہ فرماتے رہے۔ آپکے موضوعات تقاریر حسب ذیل ہیں۔

اثبات عزاداری امام حسینؑ۔ شیعہ مذہب کی صداقت اصول مذہب پر دلائل۔ توحید، عدل۔ نبوت امامت معاد۔ نماز وغیرہ کی اہمیت۔ بے اعتباری حیات دنیا و عمل صالح کی ضرورت، رسول و آئمہ کا اسوۂ حسنہ

اور اسلامی تعلیمات، واقعات کربلا کے تفاصیل اور محمد و آل محمد کے فضائل و مصائب۔

عالی جناب مولانا مولوی سید انصار حسین صاحب

ضلع الہ آباد و ضلع رائے بریلی میں آپ نے تقریریں فرمائیں۔ معراج نبیؐ، محاسن اسلام، کل مولود الخ آپکے تقاریر کے موضوعات تھے۔ حسب ذیل حضرات نے آپکے بیان سے متاثر ہو کر مذہب حقہ اثنا عشری بخوشی قبول کیا۔

۱۔ شیخ ضیاء الحق ولد دلدار خاں صاحب مرحوم ساکن موضع رکن پور ضلع رائے بریلی۔

۲۔ شیخ نثار احمد ولد شیخ محمود احمد صاحب ساکن ریاست بہوا ضلع رائے بریلی۔

۳۔ شیخ عبد الحی ابن شیخ بہادر صاحب ساکن موضع بہوا پورہ صوبہ دار ضلع رائے بریلی۔

۴۔ تلسی رام ولد بلٹن ساکن موضع سیتا پچھڑ اکھانہ بہوا ضلع رائے بریلی۔ جن کے اسمائے جدید بعنوان ترتیب بالا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ خادم حسین۔ ۲۔ شیخ نثار حسین۔ ۳۔ شیخ غلام حسین۔ ۴۔ تنویر حسین۔

عالی جناب مولانا مولوی سید ظہیر حسن صاحب

آپ نے رامپور اسٹیٹ، میرٹھ، مظفر نگر وغیرہ میں تقریریں فرمائیں۔ جو بہت کامیاب رہیں۔ خصوصیات اسلام۔ اسلامی جہاد دفاعی ہیں، خلافت الٰہیہ، معراج سیرت اہلبیتؑ اور مذمت ترک صلوٰۃ آپکے موضوعات تقاریر رہے۔

عالی جناب مولانا مولوی بنیاد علی صاحب۔

آپ کوٹ سیداں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی پنجاب۔ سید کھیڑی ریاست پٹیالہ وغیرہ میں معرفت کار تبلیغ رہے۔

کوٹ سیداں میں آیہ مباہلہ سے اپنے بیان کی ابتدا فرمائی اور اس کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔

بعد وعظ بعض حضرات نے مسائل دریافت کئے اور آپ نے شکوک رفع کئے۔

سید کھیڑی ریاست پٹیالہ میں مجالس عشرہ شروع ہوئے اور موصوف نے آیہ اذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات الخ سے ابتدا کی اور پہلے روز صرف لفظ اذ کے استعمال کو کلام عرب اور معانی و بیان کی اصطلاحات سے بیان کیا۔ مجلس بہت کامیاب رہی۔

دوسرے روز لفظ ابتلی پر مجلس پڑھی۔ پھر حضرت ابراہیم کے حالات بیان فرمائے۔ ان مجالس میں بکثرت حضرات اہلسنت بھی شریک ہوتے تھے اور بے حد متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ دو اشخاص نے مذہب اثنا عشری قبول کیا۔

۱۔ سید محمد مسلم ولد سید امیر حسن صاحب ساکن سید کھیڑی ریاست پٹیالہ۔

۲۔ گاماں ولد عمر دین۔ وارد حال موضع پیلی ضلع بسی ریاست پٹیالہ۔

مقدمۃ القرآن

(بسلسلۂ گذشتہ)

مثالیں (۱) پانی پانی ہوجانا۔ بمعنی بہت شرمندہ ہونا۔ (۲) سرِ درواں بمعنی معشوق۔ کہ اس کی خوبی قامت وخرام پر بھی دلالت ہوئے۔ (۳) ہوا باندھنا۔ بے بنیاد تفاخر کرنا جس کا خر کو کھل جائے کہ بے بنیاد تھا۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوگا کہ۔

مجاز سے علاوہ تعین معنی کے ایک امر زائد حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی معنی وصفی پر دلالت کرتا ہے جو حقیقت سے حاصل نہ ہوتا اور ہوتا بھی تو اس وقت جب طول طویل عبارت لاتے۔ پس اگر کسی مفہوم کے ادا کرنے کے لئے زبان میں اس قسم کے شائع مجاز ہے۔ تو مجاز کے لانے سے ایجاز اور زور کلام بھی حاصل ہوگا اور تعین مراد بھی۔ لہذا ایسی مجاز کا استعمال مقتضائے بلاغت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ بلیغ کلام میں ایسے مجازات بکثرت پائے جاتے ہیں۔

مثلاً کوئی کہے کہ پانی لاؤ۔ تو اس آواز سے جو ان الفاظ کے تلفظ سے پیدا ہوئی ایک شئے خاص یعنی آب کی طلب سمجھی جائے گی۔

پس ہر لفظ ایک معنی پر دلالت کرتا ہے جس کو لفظ کا مدلول کہتے ہیں۔ اور چونکہ معنی ذہن میں آتے ہیں اس واسطے معنی یا تو تصور ہوں گے یا تصدیق۔

معنی کی یہ تعریف ہوئی کہ "وہ تصور یا تصدیق جو کسی لفظ یا الفاظ کیساتھ اس طرح ربط پا جاوے کہ جب وہ لفظ یا الفاظ بولے جائیں تو وہ تصور یا تصدیق ذہن میں آئے۔

جب ہم کوئی بے معنی آواز سنتے ہیں تو ذہن اس آواز پر توقف کرتا ہے یعنی اس آواز کو سن لینے کے بعد وہیں ٹھہر جاتا ہے۔ لیکن کلام سُن کر ہم اس کے معنی کو سمجھنا شروع کرتے ہیں اور ہمارے سمجھ یا عقل کام کرنے لگتی ہے پس معلوم ہوا کہ کسی کلام کو سمجھنا عقل کا فعل ہے جن میں عقل نہیں مثلاً جانور وہ کلام کے معنی نہیں سمجھ سکتے۔

اس واسطے قرآن یا حدیث سے شریعت کا حاصل ہونا عقل پر موقوف ہے اور جب تک حکم عقلی کی صحت تسلیم نہ کی جائے گی۔ نقل سے بھی شریعت نہ حاصل ہو سکے گی۔

(۴) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزمرہ گفتگو میں لوگ لفظوں کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔ ایک جملے کے جگہ صرف ایک لفظ بولتے ہیں۔ کبھی کبھی لفظ گڑھ کر بولتے ہیں یا الفاظ کی ترتیب بے قاعدہ ہوتی ہے باوجود ایک دوسرے کو کلام سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے میں ان کو سابق اور لاحق کلام سے مدد ملتی ہے اور متکلم کی روش (لہجہ اور اشارہ) اور اس کی حیثیت اور مخاطب کی روش اور حیثیت بھی مطلب سمجھنے میں معین ہیں اور موقع پر گفتگو ہو رہی ہے وہ بھی کلام کی مراد کو واضح کرتا ہے۔ یہ سب قرائن ہیں جن سے کلام کی مراد معلوم ہوتی ہے۔

قرائن کلام کی مثالیں

(۱) "زید کیا تم نے نماز پڑھ لی۔

عمرو۔ ہاں!

یہاں عمرو کی "ہاں" سے یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ عمرو نے نماز پڑھ لی ہے اور قرینہ اس کا سابق کلام ہے۔ اب اگر یہ سوال صبح ۵ بجے کیا گیا ہے تو وقت سے تعین ہوگا کہ نماز صبح مراد ہے۔ یہاں زمانہ کلام قرینہ ہے

(۲) شہید ہونا بڑی بات ہے۔" یہ مرتبہ ہمارے اجداد کو حاصل ہوا" یہاں مرتبہ کی مراد سابق کلام سے ہویدا ہے۔

(۳) لندن کے حلقوں میں مفتی اعظم فلسطین کے اٹلی جانے پر تعجب کیا جاتا ہے۔ طرابلس میں اٹلی کے مظالم پر مفتی اعظم نے اظہار غضب و نفرت کیا تھا۔ یہاں تعجب کی وجہ لاحق عبارت سے ظاہر ہے۔

اگر کوئی کہے کہ کلام ایسا بھی ہو سکتا ہے جو توضیح طلب نہ ہو تو قرآن مجید کا مقصود چونکہ ہدایت اور موعظت ہے۔ کیوں نہ قرآن عظیم صرف ایسی کلام پر مشتمل ہوا جو توضیح کا محتاج نہ ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید ایسی دقیق اور بلند معانی پر مشتمل ہے کہ بغیر توضیح کے عوام کے اذہان ان تک نہیں پہونچ سکتے تعین مراد کے لئے اکثر مجاز لاتا ہے اور مجاز توضیح کا محتاج ہے اور چونکہ اس کو معجزہ بنایا ہے اس واسطے انتہائی بلاغت کے ساتھ اس کی عبارت متعدد اغراض پر حاوی ہے جس کو ایجاز لازم اور ایجاز توضیح طلب ہے۔ علاوہ بریں اور بھی وجوہ ہیں جن کی توضیح آگے آوے گی

تفسیر کی قواعد عقلیہ

پس ظاہر ہوا کہ چند ایسے قواعد عقلی ہیں کہ انسان ہر کلام کی تعبیر میں ان کو ذہناً استعمال کرتا ہے

(۱) اول جس زبان میں کلام ہوتا ہے اس کے محاورہ کے تتبع سے کلام سمجھتا ہے۔ مثلاً ایک انگریز انگریزی میں آکر کلام کرنے لگے۔ تو ہم کو تو صرف کچھ آوازیں اس کے منھ سے نکلتے ہوئے معلوم ہوں گے لیکن جو انگریزی داں ہیں اُن کا ذہن محاورہ انگریزی کے تتبع سے ان آوازوں کی مراد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ایک ضروری پیغام

ہمدردانِ ملت کے نام

(نوشتۂ عالی جناب تاج العلما مولانا سید محمد زکی صاحب قبلہ نبیرۂ سرکار نجم العلما اعلی اللہ مقامہ)

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ جو اہم فریضہ انجام دے رہا ہے اُس کے پیشِ نظر ضرورت تھی کہ اس ادارے کی اس عنوان پر مدد کی جاتی کہ مدرسۃ الواعظین کے واعظین کثیر تعداد میں ہر صوبہ میں کارِ تبلیغ بجا لا سکتے اور غیر اقوام میں اسلام کے روشناس کرانے میں انھیں دقت نہ محسوس ہوتی۔

اس کے لئے جہاں مرکز کے لئے مخصوص سرمایہ فراہم کرنے کی ضرورت ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے ہر شعبہ میں مدرسہ کے شعبۂ تبلیغ کے ماتحت ایک شاخ قائم کر لی جائے اور ایک یا دو جس قدر واعظوں کی بھی ضرورت ہو اُن کا متکفل وہی صوبہ ہو۔ اس طرح مدرسہ کا بار بھی ہلکا ہو جائیگا اور کارِ تبلیغ بھی حسبِ مرضی انجام پائے گا۔ بطورِ مثال افریقہ کے اربابِ ہمت کا زرین طرزِ عمل ملاحظہ فرمایا جائے۔

اسمیں شک نہیں کہ زنجبار اور ممباسہ وغیرہ کے ہمدردانِ دین نے مدرسۃ الواعظین کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں لیکن ان حضرات نے تبلیغی سلسلہ میں جو اہم کام کیا وہ اب تک بے نظیر کہے جانے کا مستحق ہے۔

ان حضرات نے مدرسۃ الواعظین کے شعبۂ تبلیغ کی ایک شاخ اپنے یہاں قائم کر لی ہے جس کا انتظام وہیں کی ایک مخصوص جماعت کے سپرد ہے وہ اپنی کوشش و تدبیر سے سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور مدرسۃ الواعظین کے مبلغین کو اپنی ذمہ داری پر بلواتے ہیں جن کے تمام مصارف مذکورہ بالا فنڈ سے پورے کئے جاتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ وہ چندہ جو افریقہ کے حضرات عطا فرماتے ہیں وہ انھیں کے حدود آبادی میں تبلیغ پر صرف ہوتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مدرسۃ الواعظین افریقہ میں اپنے واعظین بھیجکر اُن کے مصارف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ یہ عنوان ایک مدت سے قائم ہے اور کم از کم دو واعظ برابر وہاں موجود رہے جن کو ماہ بماہ ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے جنگ شروع ہونے سے قبل بھی مولوی سید مسرور حسین صاحب قبلہ اور مولوی سید ابن رضا حسین صاحب قبلہ افریقہ میں مامور تھے ثانی الذکر اپنی مدتِ تبلیغ ختم کر کے ہندوستان واپس آگئے اور اہلِ افریقہ کی انتہائی خواہش کے باوجود تا حال بسبب جنگ پاسپورٹ نہ ملنے سے موصوف کے مقام پر دوسرا واعظ افریقہ نہ جا سکا جس کا مدرسہ کو بیحد افسوس ہے۔

اس وقت صورتِ مذکور پر توجہ دلانے کی اسلئے اور بھی ضرورت ہوئی کہ اکثر مقامات سے مستقل قیام کے ساتھ واعظوں کی طلب ہے۔ اس خواہش کے منظور کرنے میں ہمیں کوئی عذر نہ ہوتا بشرطیکہ واعظین اس کثیر تعداد میں ہوتے کہ ہر جگہ کی ضرورت کو پورا کر سکتے مگر مشکل یہ ہے کہ اتنی تعداد میں واعظین نہیں جو ہر مقام

مستقل حیثیت سے قیام کر سکیں اس لئے حضرات محولہ بالا صورت پر غور فرمائیں۔ عجب نہیں ہمدردان تبلیغ کی عدم توجہ سے کچھ ہی مدت میں ایسی صورتیں پیدا ہونے لگیں اور واعظوں کے نہ پہونچنے کی شکائت برطرف ہو جائے۔

مجالس صغرآباد

انشاء اللہ المستعان مجالس صغرآباد بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵ اپریل یوم جمعہ، شنبہ، یکشنبہ ہونا قرار پائی ہیں جس میں تمام ہندوستان کے مشہور و ممتاز ذاکرین و واعظین تشریف لادیں گے اور اپنے اپنے نور افروز بیانات سے تمام سامعین کو محظوظ فرمائینگے لہذا تمام حضرات مومنین و رؤسا و ساکنین کی خدمت میں التماس ہے کہ شریک مجالس ہو کر ہم لوگوں کو ممنون و متشکر فرمائیں۔

نوٹ

آرام دہ بستر ضرور اپنے ہمراہ لائیے۔ اسٹیشن اترول روڈ پر سواری کا انتظام منجانب ریاست ہوگا اور قیام و طعام کا انتظام منجانب ریاست ہوگا۔

الداعیان

(راجہ) سید محمد سعد الحسن کربلائی و (راجہ) سید محمد حسن۔

متولیان وقف

ریاست اصغرآباد، ڈاکخانہ کاظم آباد ضلع علیگڈھ (اسٹیشن اترول روڈ)

الواعظ کی توسیع اشاعت آپکا قومی فریضہ ہے

آل انڈیا مشاعرہ

۸ر اور ۹ر اپریل سنہ ۴۳ء کو رامپور میں آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے ممتاز شعراء اس میں شریک ہوں گے۔ یہ مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے ریلے بھی کیا جائے گا۔

شکیل نعمانی۔ ناظم مشاعرہ رامپور

امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی

زیر سرپرستی علماء کرام و زیر انصرام شیعۃ العقابہ آف شیعہ کانفرنس صوبہ دہلی۔ یہ یتیم خانہ عرصہ نو سال سے صوبہ دہلی میں جو کہ تمام ہندوستان کا مرکز ہے جاری ہے۔ اس میں قوم کے یتیم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہو کر زیر نگرانی عالم دین مثل اولاد کے پرورش پا رہے ہیں اور دینی و دنیوی تعلیم و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ براہ مہربانی ماہواری مستقل چندہ عمری، فطرہ، اور قربانی کی کھالوں کے علاوہ خمس و زکوٰۃ، نذر و نیاز، امام ضامن، منت مراد وغیرہ کی رقومات امامیہ یتیم خانہ دہلی میں ارسال فرمائیں اور اپنے احباب کو بھی اسکی ترغیب دیکے ثواب دارین حاصل کریں۔

۲۔ امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی میں پنجابی و غیر سادات یتیموں کی ضرورت ہے جلد درخواست داخلہ بنام آنریری جنرل سکریٹری امامیہ یتیم خانہ دہلی آنا چاہیئے۔

خادم ایتام

آغا نثار احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر آنریری جنرل سکریٹری

امامیہ یتیم خانہ دہلی۔

برادران ایمانی! سلام علیکم اس پر آشوب زمانے میں جبکہ لا مذہبیت کی تیز و تند ہوائیں قصر ایمانی کو متزلزل کئے ہوئے ہیں، اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسکی بنیادوں کو مثل سابق مضبوط و مستحکم کرنے کی ہر سعی امکانی سے دریغ نہ فرما کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوں، اس وقت آپکے لیے یہ امر لازمی ہے کہ آپ دنیا کے مختلف مذاہب ملل کے پورے حالات کا نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے مذہب کی استدلالی قوتوں کا بھی نظارہ فرما کر اپنی قوت ایمانی میں بھی اضافہ کریں، اگر آپ کو مختلف علوم و فنون میں باکمال اہل قلم کی معرکہ تحریر دیکھنا ہے، اگر آپ کو اپنے مذہب سے ذرا بھی ہمدردی ہے اور اسکے خصوصیات سے مطلع ہونا چاہتے ہیں تو فہرست منسلکہ میں سے ایک ایک جلد ضرور طلب فرمائیں، ادارہ آپکے حکم کی شکریہ کے ساتھ تعمیل کرے گا۔

ملنے کا پتہ: مہتمم انجمن مؤید العلوم مدرسۃ الواعظین ۱۶ کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
انگریزی تراجم و تصنیف		النبوۃ والخلافۃ	۴ر	مناظرہ معاد و تناسخ	ار۶	کشف حقیقت	۴ر
ترجمہ قرآن مجید حصہ اول غیر مجلد	ھر	انسانی قربانی	۴ر	الاعجاز	ار۶	(در تصوف)	
مجلد	عار	اعجاز القرآن	۵ر	فلسفۃ المذہب	ار۶	اسلامی بچوں کی پہلی کتاب	ار۶
ترجمہ قرآن مجید حصہ دوم مجلد	عار	حقوق نسواں اور	۶ر	النبی	ار۶	قران السعدین	۴ر
صحیفہ کاملہ حصہ اول "	عار	اسلام		خصوصیات اسلام	ار۶	شان صبر	۶ر
صحیفہ کاملہ حصہ دوم "	عار	تحقیق البداء	۶	اسلامی جہاد	۳ر	البیت المعمور فی عمارۃ القبور	۳ر
المودۃ القربیٰ غیر مجلد	عہر	راز شہادت	۲ر	قرآن اور بائبل	۲ر	قاتلان ائمہ کا مذہب	۴ر
دی پرافٹ اینڈ خلافت	۸ر	القول الجمیل فی التورات والانجیل	۸ر	رد الاباطیل	ار۶	حقیقت سادات	۶ر
اسلام، اٹس پیورٹی اینڈ ٹرتھ	عہ	اسلام اور رواداری	ار۶	رسالہ متعہ	ار۶	فریاد مسلمانان عالم	۳ر
اسلام، ان دی لائٹ آف شیعیزم	۱۲ر	کربلا کا مجاہد	ار۶	سراج عفت	۴ر	تجلیات تاریخ عباس ارنعمہ	للعمہ
یونٹی آف گاڈ	۴ر	مولود حرم	ار۶	شریعۃ الاسلام حصہ اول	۴ر	ایضاح الاشکال (عربی)	۴ر
این آئیڈیل کنگ	۲ر	سردار قریش	۶ر	حصہ دوم مجلد / غیر مجلد	۸ر	ارشاد شیخ مفید حصہ دوم "	عہر
دی ٹریجڈی آف کربلا	ار	تعلیم اسلام	۲ر	شریعۃ الاسلام	۳ر	محیط الدائرہ "	عہر
پیپر سس	ار	ید بیضا در تحقیق تمثیل موسیٰ	۶ر	ضمیمہ حصہ دوم		نعل المومنین فارسی	۱۲ر
اسلام (ان ورس)	۲ر	قرآن اور اقتصادیات کی تعلیم	۸ر	کارنامہ محرم	۳ر	پردہ پر نظم	۱ر
نماز	۲ر	تنقید مقدمات وید	۲ر	اسلامی صحیفہ	۴ر	اردو	

(نوٹ) غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرنے والوں اور تجار کے ساتھ خاص رعایت

باوشاہ مرزا شمر لکھنوی پرنٹر و پبلشر نے اعظم صفدر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع کیا